النور

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

اشاعت خصوصی
شہزادہ عبد اللطیف شہیدؓ

اکتوبر 2003

"۔۔۔کابل کی زمین
دیکھ لے گی کہ یہ خون
کیسے کیسے پھل لائے گا۔
یہ خون کبھی ضائع نہیں کیا جائے گا۔
یہ خون بڑی بے رحمی سے کیا گیا ہے اور
آسمان کے نیچے ایسے خون کی اس زمانہ میں
نظیر نہیں ملے گی۔۔۔"

تذکرۃ الشہادتین مئولفہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

غزال کوہسار

وہ سربُلند حوصلے کی سُرخرو چٹان تھا

(بیاد حضرت صاجزادہ عبداللطیف شہیدؓ، جنہیں امام الزماں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے کے جرم میں علمائے سوء کے فتوے کے نتیجے میں امیر کابل کے حکم سے 14/ جولائی 1903ء کو سنگسار کر کے شہید کر دیا گیا۔)

(1)

عجب وہ شان وصل تھی حجاب جاں اٹھا دیا
بھنک رضائے یار کی پڑی تو سر کٹا دیا
یہی ہے رسم عاشقاں، چناں چنیں نہ ایں و آں
مگر۔ جنہوں نے بے گناہ خون کو بہا دیا!

(2)

ہے آسماں تو آسماں، زمیں کے بھی نہیں رہے
گواہی وقت نے یہ دی، کہیں کے بھی نہیں رہے
اڑا کے امن لے گئیں ہوائیں سمت غیب سے
فساد خلق وخلق سے وہ دیں کے بھی نہیں رہے

(3)

وہ تاج وتخت مٹ گئے، وہ سلطنت ہوا ہوئی
سنی نہ اک صدائے حق تو قوم بے نوا ہوئی
امیر قوم کو جنوں کا اژدہا نگل گیا
غریب قوم کے لئے حیات اک سزا ہوئی

(4)

لہو کا کھیل کھیلنے کی ابتدا تو کی ، مگر
پھر اپنے ہی لہو میں ڈوبتے گئے سبھی کے گھر
الجھ کے رہ گئی سراب جانگسل میں ہر نظر
ٹٹولتے ہی رہ گئے رہ نجات دیدہ ور

(5)

قضا نگر نگر بلائیں لے کے گھومتی رہی
شہید کی صدا یونہی فضا میں گونجتی رہی
"نہ تب اماں ملی تجھے، نہ اب امان پائے گی
انا کا یہ چلن رہا تو قرض کیا چکائے گی
اے بدنصیب قوم اپنی سرکشی کو بھول کر
اگر نجات چاہئے مسیحؑ کو قبول کر"
نئی صدا نہیں مگر صدائے لازوال ہے
اسے جو دل سے سن سکے وہ صاحب کمال ہے

(6)

کلاہ تھی سروں پہ جن کے "علم" وجاہ ومال کی
سمجھتے کس طرح زبان صاحب کمال کی
انہیں خدا نے رد کیا فلک نے آنکھ پھیر لی
زمیں نے ان سروں پہ خاک ڈال دی وبال کی

(7)

زمانے تو نے اپنی بات بار بار کہی سنی
غزال کوہسار کی تو عرض حال تھی یہی
لبوں پہ مہر کس لئے کوئی بتائے تو سہی
گزر گئی ہے ایک صدی مگر سوال ہے یہی

(8)

مرے شہید باوفا کا اور کیا قصور تھا
یہی کہ دشت تیرگی میں وہ منار نور تھا؟
اسے خبر تھی کس شجر سے پھوٹتی ہے زندگی
یہ جرم تو نہیں کوئی اگر وہ باشعور تھا!

(9)

قفس سے قتل گاہ تک اسے سلام ان گنت
ملے رضائے یار کے اُسے پیام اَن گنت
ستمگران شہر کو نوید ہو کہ آج بھی
قفس سے قتل گاہ تک ہیں اس کے نام ان گنت

(10)

سعید و جانثار ، سرفروش و مرد کامراں
صداقت مسیحؑ کا لطیفؓ اک نشان تھا
وفا کا نقش اولین ، آبروئے عاشقاں
وہ سر بلند حوصلے کی سرخرو چٹان تھا

جمیل الرحمان۔ہالینڈ

يُخْرِجُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (القرآن ۶۵:۱۲)

النـــــور

شمارہ خصوصی اکتوبر

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیتی اور ادبی مجلّہ

نگران اعلیٰ : ڈاکٹر احسان اللہ ظفر، امیر جماعت احمدیہ یو۔ایس۔اے

مدیر اعلیٰ : مختار احمد چیمہ

مدیران : ناصر احمد جمیل

عمران حیٔ

تصاویر : کلیم احمد بھٹی

پرنٹرز : فضلِ عمر پریس ایتھنز اوہائیو۔یو۔ایس۔اے

لکھنے کا پتہ : Editors Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

فہرست

قرآن کریم

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۙ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۙ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۫ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۙ (البقرۃ 184..186)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر (بھی) روزوں کا رکھنا (اسی طرح) فرض کیا گیا ہے جس طرح اُن لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں تا کہ تم (روحانی اور اخلاقی) کمزوریوں سے بچو (سو تم روزے رکھو) چند گنتی کے دن۔ اور تم میں سے جو شخص مریض ہو یا سفر میں ہو تو (اُسے) اور دنوں میں تعداد (پوری کرنی) ہو گی اور اُن لوگوں پر جو اس (یعنی روزہ) کی طاقت نہ رکھتے ہوں (بطور فدیہ) ایک مسکین کا کھانا دینا (بشرط استطاعت) واجب ہے اور جو شخص پوری فرمانبرداری سے کوئی نیک کام کرے گا تو یہ اُس کے لئے بہتر ہوگا اور اگر تم علم رکھتے ہو تو (سمجھ سکتے ہو کہ) تمھارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے۔

رمضان کا مہینہ وہ (مہینہ) ہے جس کے بارہ میں قرآن (کریم) نازل کیا گیا ہے (وہ قرآن) جو تمام انسانوں کے لئے ہدایت بنا کر بھیجا گیا ہے اور جو کھلے دلائل اپنے اندر رکھتا ہے (ایسے دلائل) جو ہدایت پیدا کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی (قرآن میں) الٰہی نشان بھی ہیں اس لیے تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو (اس حال میں) دیکھے (کہ نہ مریض ہو نہ مسافر) اُسے چاہیے کہ وہ اس کے روزے رکھے اور جو شخص مریض ہو یا سفر میں ہو تو اُس پر اَور دنوں میں تعداد (پوری کرنی واجب) ہو گی۔ اللہ تمھارے لیے آسانی چاہتا ہے اور تمھارے لیے تنگی نہیں چاہتا، اور (یہ حکم اُس نے اس لیے دیا ہے کہ تم تنگی میں نہ پڑو اور) تا کہ تم تعداد کو پورا کر لو اور اس (بات) پر اللہ کی بڑائی کرو کہ اس نے تم کو ہدایت دی ہے اور تا کہ تم (اس کے) شکر گذار بنو۔

حدیث نبوی ﷺ

بہترین مہینہ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا :

تم پر یہ مہینہ سایہ فگن ہوا ہے۔ خدا کا رسول قسم کھا کر کہتا ہے کہ مومنوں کے لئے اس سے بہتر کوئی مہینہ نہیں گزرا اور منافقوں کے لئے اس سے برا مہینہ اور کوئی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ مومن کا اجر اور اس کے نوافل لکھ لیتا ہے قبل اس کے کہ وہ اس مہینہ میں داخل ہو۔ اور منافق کے گناہوں کا بوجھ اور بدبختی لکھ لیتا ہے قبل اس کے کہ وہ اس میں داخل ہو۔ اور یہ اس لئے ہے کہ مومن اس میں مالی قربانی کے لئے بہت تیاری کرتا ہے اور منافق اس میں لوگوں کی غفلتوں اور ان کے عیوب کے پھیلاؤ کے لئے تیاری کرتا ہے۔ پس یہ مہینہ مومنوں کے لئے غنیمت اور فاجر کے لئے (اس کے مطابق) سازگار ہوتا ہے۔

(مسند احمد حدیث 8515)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی طرف سے احباب جماعت احمدیہ کے لیے رمضان المبارک کا ایک بابرکت تحفہ

(بشکریہ الفضل ربوہ 12 جنوری 99ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ارحمہ اللہ نے مورخہ 31 دسمبر 1998ء کو عالمی درس قرآن میں فرمایا کہ رمضان کا مہینہ استغفار کا مہینہ ہے۔ بہت لوگ حاجت روائی کے لئے خط لکھتے ہیں۔ ان کو یاد رہے کہ حاجت براری سے پہلے استغفار ضروری ہے۔ رسول کریم ﷺ کا وعدہ ہے کہ پھر ان کو رزق دیا جائے گا اور تنگیاں دور کر دی جائیں گی ۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس شخص کو مبارک ہو جس کے نامہ اعمال میں استغفار بہت پایا گیا۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا جو استغفار عام لوگ کرتے ہیں وہ اس سے بہت مختلف ہے جو آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ اس ضمن میں حضور ایدہ اللہ نے بخاری کتاب الدعوات سے آنحضرت ﷺ کا استغفار پیش فرمایا اور فرمایا یہ بہت اعلیٰ مضمون ہے۔ جن احباب جماعت کو اس کا عربی متن یاد رکھنا مشکل ہو اس کا ترجمہ اور مضمون حاضر رکھیں اور اپنے الفاظ میں استغفار کیا کریں۔ یہ سید الاستغفار ہے اس کو رمضان کے تحفے کے طور پر یاد رکھیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی یقین کے ساتھ دن کو یہ دعا کرے اور شام سے پہلے مرجائے تو وہ اہل جنت میں سے ہوگا۔ اسی طرح جو شخص رات کو یہ دعا کرے اور صبح ہونے سے پہلے مرجائے تو وہ بھی اہل جنت میں شامل ہوگا۔ ذیل میں سید الاستغفار کا اصل متن اور ترجمہ درج کیا جا رہا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّی ‘لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ‘
خَلَقْتَنِیْ ‘ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِکَ‘
وَوَعْدِکَ مَااسْتَطَعْتُ‘ اَعُوْذُبِکَ مِنْ
شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ
عَلَیَّ وَ اَبُوْءُ بِذَنْبِیْ‘ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ ‘
لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔

(صحیح بخاری کتاب الدعوات باب افضل الاستغفار حدیث نمبر 5831)

ترجمہ : اے اللہ! تو میرا رب ہے‘ تیرے سوا کوئی معبود نہیں‘ تو نے ہی مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں حسب توفیق تیرے عہد اور وعدے پر قائم ہوں‘ میں اپنے عمل کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں‘ میں اپنی ذات پر تیری نعمتوں اور احسانوں کا اعتراف کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا بھی اعتراف کرتا ہوں۔ پس تو مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں۔

ارشادات عالیہ

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ ؑ

صلوٰۃ کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔اس کے بعد روزے کی عبادت ہے۔افسوس ہے کہ اس زمانہ میں بعض (۔) ایسے بھی ہیں جو کہ ان عبادات میں ترمیم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اندھے ہیں اور خدا تعالیٰ کی حکمت کاملہ سے آگاہ نہیں ہیں۔تزکیہ نفس کے واسطے یہ عبادات لازمی پڑی ہوئی ہیں۔ یہ لوگ جس عالم میں داخل نہیں ہوئے اس کے معاملات میں بیہودہ دخل دیتے ہیں اور جس ملک کی انہوں نے سیر نہیں کی اس کی اصلاح کے واسطے جھوٹی تجویز پیش کرتے ہیں۔ان کی عمریں دنیوی دھندوں میں گزرتی ہیں۔ دینی معاملات کی ان کو کچھ خبر ہی نہیں۔کم کھانا اور بھوک برداشت کرنا بھی تزکیہ نفس کے واسطے ضروری ہے اس سے کشفی طاقت بڑھتی ہے انسان صرف روٹی سے نہیں جیتا بالکل ابدی زندگی کا خیال چھوڑ دینا اپنے اوپر قہر الٰہی کا نازل کرنا ہے مگر روزہ دار کو خیال رکھنا چاہیئے کہ روزے سے صرف یہ مطلب نہیں کہ انسان بھوکا رہے بلکہ خدا کے ذکر میں بہت مشغول رہنا چاہیئے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں بہت عبادت کرتے تھے۔ان ایام میں کھانے پینے کے خیالات سے فارغ ہو کر اور ان ضرورتوں سے انقطاع کر کے تبتل الی اللہ حاصل کرنا چاہیئے۔ بد نصیب ہے وہ شخص جس کو جسمانی روٹی ملی مگر اس نے روحانی روٹی کی پرواہ نہیں کی۔جسمانی روٹی سے جسم کو قوت ملتی ہے ایسا ہی روحانی روٹی روح کو قائم رکھتی ہے اور اس سے روحانی قویٰ تیز ہوتے ہیں۔خدا سے فیضاب ہونا چاہو کہ تمام دروازے اس کی توفیق سے کھلتے ہیں۔

(تقاریر جلسہ سالانہ ۱۹۰۶ء ص ۲۰)

نجات فضل سے ہے نہ کہ اپنے اعمال کا زور دکھا کر کوئی نجات حاصل کر سکتا ہے

روزہ اور نماز ہر دو عبادتیں ہیں۔روزے کا زور جسم پر ہے اور نماز کا زور روح پر ہے نماز سے ایک سوز وگداز پیدا ہوتا ہے اس واسطے وہ افضل ہے۔روزے سے کشوف پیدا ہوتے ہیں۔مگر یہ کیفیت بعض دفعہ جوگیوں میں بھی پیدا ہو سکتی ہے۔لیکن روحانی گدازش جو دعاؤں سے پیدا ہوتی ہے اس میں کوئی شامل نہیں۔

(ملفوظات جلد چہارم ص ۲۹۲)

جو شخص مریض اور مسافر ہونے کی حالت میں ماہ رمضان میں روزہ رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے صریح حکم کی نافرمانی کرتا ہے۔خدا تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے کہ مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے۔مرض سے صحت پانے اور سفر کے ختم ہونے کے بعد روزے رکھے۔خدا تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنا چاہیئے۔ کیونکہ نجات فضل سے ہے نہ کہ اپنے اعمال کا زور دکھا کر کوئی نجات حاصل کر سکتا ہے۔خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مرض تھوڑی ہو یا بہت اور سفر چھوٹا ہو یا لمبا ہو بلکہ حکم عام ہے اور اس پر عمل کرنا چاہیئے۔مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو ان پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا۔

(ملفوظات جلد پنجم ص ۳۲۱)

اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو دوسری امتوں کی طرح اس امت میں کوئی قید نہ رکھتا مگر اس نے قیدیں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینے میں تو مجھے محروم نہ رکھ تو خدا تعالیٰ سے محروم نہیں رکھتا اور ایسی حالت میں اگر انسان ماہ رمضان میں بیمار ہو جاوے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہوتی ہے۔کیونکہ ہر ایک عمل کا مدار نیت پر ہے مومن کو چاہیئے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت کر دے جو شخص کہ روزے سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں یہ نیت دردِ دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا ہے اور اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے لئے روزے رکھیں گے بشرطیکہ وہ بہانہ جو نہ ہو تو خدا تعالیٰ ہرگز اسے ثواب سے محروم نہ رکھے گا۔یہ ایک باریک امر ہے کہ اگر کسی شخص پر (اپنے نفس کی کسل کی وجہ سے) روزہ گراں ہے اور وہ اپنے خیال میں گمان کرتا ہے کہ میں بیمار ہوں اور میری صحت ایسی ہے کہ اگر ایک وقت نہ کھاؤں تو فلاں فلاں عوارض لاحق ہوں گے اور یہ ہو

گا اور وہ ہوگا تو ایسا آدمی جو خدا کی نعمت کو خود اپنے اوپر گراں گمان کرتا ہے کب اس ثواب کا مستحق ہوگا۔ ہاں وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آ گیا اور میں اس کا منتظر تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں اور پھر وہ بوجہ بیماری کے نہیں رکھ سکا تو وہ آسمان پر روزے سے محروم نہیں ہے۔ اس دنیا میں بہت لوگ بہانہ جو ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جیسے اہل دنیا کو دھوکہ دے لیتے ہیں ویسے ہی خدا کو فریب دیتے ہیں۔ بہانہ جو اپنے وجود سے آپ مسئلہ تراش کرتے ہیں اور تکلفات شامل کر کے ان وسائل کو صحیح گردانتے ہیں لیکن خدا کے نزدیک وہ صحیح نہیں ہے تکلفات کا باب بہت وسیع ہے اگر انسان چاہے تو اس کے رو سے ساری عمر بیٹھ کر نماز پڑھتا رہے اور رمضان کے روزے بالکل ہی نہ رکھے مگر خدا اس کی نیت اور ارادہ کو جانتا ہے جو صدق اور اخلاق سے رکھتا ہے خدا جانتا ہے کہ اس کے دل میں درد ہے اور خدا اسے ثواب سے زیادہ بھی دیتا ہے کیونکہ درد دل ایک قابل قدر شے ہے۔ حیلہ جو انسان تاویلوں پر تکیہ کرتے ہیں لیکن خدا کے نزدیک یہ تکیہ کوئی شے نہیں۔ جب میں نے چھ ماہ روزے رکھے تو ایک دفعہ ایک طائفہ (بزرگوں) کا مجھے ملا (کشف میں) اور انہوں نے کہا تو نے کیوں اپنے نفس کو اس قدر مشقت میں ڈالا ہوا ہے۔ اس سے باہر نکل۔ اسی طرح جب انسان اپنے آپ کو خدا کے واسطے مشقت میں ڈالتا ہے تو وہ خود ماں باپ کی طرح رحم کر کے اسے کہتا ہے کہ تو کیوں مشقت میں پڑا ہوا ہے۔

(ملفوظات جلد دوم ص ۵۶۳)

قرآن کے معانی پر غور کریں تا کہ قربانی کی روح پیدا ہو

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا پر معارف ارشاد

رمضان رمض سے نکلا ہے جس کے معنے عربی زبان میں جلن اور سوزش کے ہیں۔ خواہ وہ جلن دھوپ کی ہو خواہ بیماری کی۔ اس لئے رمضان کا مطلب یہ ہوا کہ ایسا موسم جس میں سختی کے اوقات اور ایام ہوں۔ اور ادھر فرمایا۔ ہم نے اسے رات کو اتارا ہے۔ اور رات تاریکی اور مصیبت پر دلالت کرتی ہے۔ پس ان دونوں آیتوں میں یہ بتایا گیا کہ الہام کا نزول تکلیف اور مصائب کے ایام میں ہوا کرتا ہے۔ جب تک کوئی قوم مصائب اور شدائد سے دوچار نہیں ہوتی۔ جب تک اس کے دن راتیں نہیں بن جاتے جب تک وہ بھوک اور پیاس کی شدت کی تکلیف نہیں اٹھاتی جب تک انسانی جسم اندر اور باہر سے مصیبت نہیں اٹھاتا اس وقت تک خدا تعالیٰ کا کلام اس پر نازل نہیں ہو سکتا اور اس ماہ کے انتخاب میں اللہ تعالیٰ نے (۔) یہی بتایا ہے کہ اگر تم اپنے اوپر الہام الٰہی کا دروازہ کھولنا چاہتے ہو تو ضروری ہے کہ تکالیف اور مصائب میں سے گزرو اس کے بغیر الہام الٰہی کی نعمت تمہیں میسر نہیں آ سکتی۔ پس رمضان کلام الٰہی کو یاد کرانے کا مہینہ ہے۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس مہینہ میں قرآن کریم تلاوت زیادہ کرنی چاہئے۔ اور اسی وجہ سے ہم بھی اس مہینہ میں درس قرآن کا انتظام کرتے ہیں۔ دوستوں کو چاہئے کہ اس مہینہ میں زیادہ سے زیادہ تلاوت کیا کریں اور قرآن کریم کے معانی پر غور کریں تا کہ ہم ان کے اندر قربانی کی روح پیدا ہو جس کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ بہر حال یہ مہینہ بتاتا ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ دنیا فتح کرے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ غار حرا کی علیحدگیوں میں جائے۔ دنیا چھوڑے بغیر نہیں مل سکتی۔ پہلے اس سے علیحدگی اختیار کرنی ضروری ہوتی ہے اور پھر وہ قبضہ میں آتی ہے۔ مگر وہ قبضہ جسے الٰہی قبضہ و تصرف کہتے ہیں۔ ایک دنیوی قبضہ ہوتا ہے جیسے دجال کا ہے۔ اس کے ملنے کا بے شک یہی طریق ہے کہ اپنے آپ کو دنیا کے لئے وقف کر دیا جائے۔ لیکن جو شخص خدا تعالیٰ کا ہو کر اس پر قبضہ کرنا چاہے وہ اسی صورت میں کر سکے گا جب اسے چھوڑ دے گا۔ دیکھو ابوجہل نے دنیا کے لئے کوشش کی اور اسے حاصل کیا مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا اور پھر بھی وہ آپ کو مل گئی۔ بلکہ ابوجہل سے زیادہ ملی۔ ابوجہل زیادہ سے زیادہ مکہ کا ایک رئیس تھا۔ مگر آپ اپنی زندگی میں ہی سارے عرب کے بادشاہ ہو گئے اور آج ساری دنیا کے شہنشاہ ہیں۔ غرض جو دنیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی وہ ابوجہل کو کہاں حاصل ہوئی۔ مگر ابوجہل کو جو کچھ حاصل ہوا دنیا کمانے سے ملا لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ ملا وہ دنیا چھوڑنے سے ملا۔ پس روحانی جماعتوں کو دنیا چھوڑ دینے سے ملتی ہے اور دنیوی لوگوں کو دنیا کمانے سے ملتی ہے۔ اور رمضان ہمیں توجہ دلاتا ہے کہ اگر تم اپنے مقصد میں کامیاب ہونا چاہتے ہو تو ضروری ہے کہ پہلے شدائد اور مصائب قبول کرو۔ راتوں کی تاریکیاں قبول کرو۔ اور ان چیزوں سے مت گھبراؤ۔ کیونکہ یہی قربانیاں تمہاری کامیابی کا ذریعہ ہیں۔ (تفسیر کبیر جلد دوم ص ۳۹۲)

(بشکریہ الفضل ربوہ)

روزہ روحانی اور جسمانی بیماریوں کا علاج

بعض خوابیدہ طاقتیں بیدا رھوتی ھیں جو انرجی بنانے میں تیزی پیدا کرتی ھیں

(سہیل احمد ثاقب بسرا صاحب)

(بشکریہ الفضل ربوہ)

روزہ صحت کا ضامن

حضرت ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"صُوْمُوْا تَصِحُّوْا"

(کنز العمال، جلد 8 حدیث نمبر 23605)

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں روزوں کی فلاسفی بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ "لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْن"۔ تا کہ تم بچو۔ اب اس بچنے میں ہر طرح کا بچاؤ آ جاتا ہے چاہے وہ جسمانی ہو یا روحانی، جسمانی لحاظ سے روزہ انسان کو مختلف بیماریوں اور کمزوریوں سے بچاتا ہے اور موجودہ تحقیق سے یہ امر ثابت شدہ ہے کہ روزہ نہ صرف انسان کو مختلف بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے بلکہ انسانی جسم کو نئے سرے سے صحت مند اور طاقتور بنا دیتا ہے۔

روحانی لحاظ سے بھی روزہ تمام قسم کی برائیوں سے بچاؤ کا سامان کرتا ہے جس طرح جنگ کے دوران ڈھال دشمن کے تیروں سے بچاتی ہے اسی طرح روزہ بھی انسانی روح کے لئے ڈھال کا کام دیتا ہے اور ہر طرح کی برائی اور جہالت سے انسانی روح کو پاک رکھتا ہے۔

حضرت مصلح موعود روزے کے جسمانی فوائد پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:-

روزہ اگرچہ روحانی مجاہدہ ہے مگر ساتھ ہی جسمانی فوائد بھی رکھتا ہے کیونکہ کئی ایک زہر اس سے انسانی جسم سے خارج ہو جاتے ہیں اور کئی بیماریاں موٹاپے وغیرہ کی ختم ہو جاتی ہیں اور اب تو ڈاکٹروں نے تحقیقات سے معلوم کر لیا ہے کہ روزہ ذیابیطس کے مریضوں کے لئے بہت مفید ہے اور ذیابیطس کے مریضوں کے قریباً 80 یوم کے روزے رکھوائے جا سکتے ہیں۔ کئی ایک مریضوں نے مجھے خود آ کر بتایا ہے کہ اس طرح ان کا مرض دور ہو گیا حتیٰ کہ زخم بھی جو اس مرض کی آخری حالت میں پیدا ہو جایا کرتے ہیں مندمل ہو گئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ کے جسمانی طور پر بھی فوائد ہیں۔

(الفضل ربوہ 10 راگست 1945ء)

روزوں کے روحانی فائدے کے متعلق حضرت حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:-

"صُوْمُوْا تَصِحُّوْا"

روزے رکھا کرو تمہاری صحت اچھی ہو گی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس حدیث میں جسمانی صحت کی طرف ہی اشارہ نہیں، جیسا کہ عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں "صُوْمُوْا تَصِحُّوْا" سے مراد ہے تم ٹھیک ٹھاک ہو جاؤ گے تمہیں بہت سی بدیاں لاحق ہیں، تم روحانی طور پر بیمار ہو، تمہیں علم نہیں ہے روزے رکھو گے تو بہت سی بیماریاں جھڑ جائیں گی اور تمہارے روحانی بدن کو بھی صحت نصیب ہو گی۔

(الفضل انٹرنیشنل 13 فروری 1998ء)

یہ بات ہمارے روزمرہ کے مشاہدے میں ہے کہ جب انسان زیادہ کھا لیتا ہے تو اس پر سستی اور نیند کا غلبہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ تو رمضان کی ایک برکت یہ بھی ہے کہ اس میں کم کھانے اور کم پینے کا درس دیا گیا ہے۔ کیونکہ روزوں کے جو اعلیٰ مقاصد ہیں، وہ کھانا کم کئے بغیر پورے کرنے ناممکن ہیں۔ کیونکہ ذکر الٰہی روحانی غذا ہے اور روزمرہ کا کھانا جسمانی۔ جب تک ہم جسمانی غذا کو کم نہ کریں گے روحانی مائدہ کی طرف کس طرح توجہ دے سکتے ہیں اور کس طرح وہ سرور حاصل کر سکتے ہیں جو ایک روزہ دار سے متوقع ہے۔

بہترین ڈائیٹنگ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں "صُوْمُوْا تَصِحُّوْا" روزے رکھو تا کہ تمہاری صحت اچھی ہو۔ اور صحت تبھی اچھی ہو سکتی ہے کہ اگر آپ روزوں سے یہ سبق سیکھیں کہ ہم جو بہت زیادہ کھایا کرتے ہیں بڑی سخت بے وقوفی تھی۔ رمضان نے ہمیں یہ کھانے کا سلیقہ سمجھا دیا ہے۔ درحقیقت اس سے بہت کم پر ہمارا گزارہ ہو سکتا ہے جو ہم پہلے کھایا کرتے تھے۔ تو اپنی خوراک بچاؤ اور اس کے ساتھ اپنی صحت کی حفاظت کرو۔

اب امر واقعہ یہ ہے کہ اس سے بہتر ڈائٹنگ کا اور

کوئی طریق نہیں ہے جو روزوں نے ہمیں سکھایا۔
حضرت مسیح موعود اس مضمون پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ روزے میں کھانا کم کرنا لازم ہے کیونکہ کھانا کم کئے بغیر جو اعلیٰ مقصد ہے روزے کا وہ پورا نہیں ہوسکتا۔ یعنی صرف یہ نہیں کہ کچھ وقت بھوکے رہنا ہے بلکہ دونوں کناروں پر بھی صبر سے کام لو اور نسبتاً اپنی غذا تھوڑی کرتے چلے جاؤ۔ فرماتے ہیں اس کے بغیر انسان کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں ہوسکتی۔ ذکر الٰہی کے متعلق حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ ذکر الٰہی ایک روحانی غذا ہے اور روزمرہ کا کھانا ایک جسمانی غذا ہے۔ تو رمضان کی برکت یہ ہے یا روزوں کی برکت یہ ہے کہ وہ جسمانی غذا سے ہماری توجہ روحانی غذا کی طرف پھیر دیتے ہیں اور ذکر الٰہی میں ایک لطف آنا شروع ہو جاتا ہے اور وہ روحانی لطف ہے جو آپ کی روح کو تروتازہ کرتا ہے۔ اس کی مضبوطی کا انتظام کرتا ہے اور جسم پہ جو زائد چربیاں چڑھی تھیں ان کو پگھلاتا ہے۔
(الفضل انٹرنیشنل 7 مارچ 1997ء)

ضامن صحت

بعض کا خیال ہے کہ روزہ رکھنے سے صحت پر مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں چنانچہ اس پر بہت تحقیق کی گئی ہے تا کہ کسی طرح دین کے اس بنیادی رکن کو عوام الناس کے لئے مضر قرار دیا جاوے اور ثابت کیا جائے کہ روزہ کے ایام میں جو انسان سارا دن تو بھوکا پیاسا رہتا ہے اور سحر و افطار کے وقت زیادہ کھالیتا ہے تو نتیجۃً بعد میں اس کو ایسا نقصان پہنچتا ہے کہ اس کا اپنے اوپر قابو پانا مشکل ہو جاتا ہے۔
چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اسی طرح کی ایک تحقیق کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

''اسرائیل میں اس مضمون پر ریسرچ ہوئی اور ان کی نیت بظاہر یہی معلوم ہوتی تھی کہ وہ ثابت کریں کہ مسلمانوں کا جو یہ طریق ہے روزے رکھنے کا یہ ان کے لئے نقصان دہ ہے اور بچوں کو بھی نقصان پہنچتا ہے، بڑوں کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔ چنانچہ پوری گہری ریسرچ کی گئی۔ ایک بڑی ٹیم نے اس پہ کام کیا اور یہ بھی پیش نظر تھا کہ روزے کے دنوں میں تو بعض لوگ پہلے سے بھی بڑھ کر کھاتے ہیں اور زیادہ کھانے کے نتیجے میں اور بیچ میں فاقے رہنے کے نتیجے میں ایسا نقصان ان کو پہنچ سکتا ہے کہ پھر وہ بعد میں سنبھل نہ سکیں۔ جو ریسرچ کا ماحصل تھا اس نے ان کو حیران کر دیا۔ بالکل برعکس نتیجہ نکلا۔ جس چیز کی تلاش میں تھے اس کی بجائے یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ جتنی تحقیق کی گئی ہے اس کے نتیجے میں رمضان کے مہینے کے بعد انسان، بہتر صحت کے ساتھ باہر نکلتا ہے، کمزور ہو کے نہیں نکلتا۔ ہر پہلو سے اس کے جائزے لئے گئے۔ کولیسٹرول لیول کے لحاظ سے جائزے لئے گئے۔ Metabolism کی Ratios کے آپس میں توازن کے لحاظ سے لئے گئے غرضیکہ با قاعدہ ریسرچ کا جو حق ہے وہ ادا کیا گیا ہے اور نتیجہ یہ نکلا ہے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے جو بات فرمائی دیکھیں! وہ کیسی صحت کے ساتھ وہ بات فرمائی، کتنی سچی بات فرمائی ''صُوْمُوْا تَصِحُّوْا'' روزے رکھا کرو صحت اچھی ہو جائے گی یہ خیال نہ کرنا کہ تمہاری صحت بگڑ جائے گی''۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 15 مارچ 1996ء)

اسی موضوع کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:-
''رمضان کے مہینے میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ روزہ کے نتیجہ میں صحت بہتر ہوتی ہے، خراب نہیں ہوا کرتی بشرطیکہ بیماری کی شرط کو پیش نظر رکھے۔ جب اللہ فرماتا ہے کہ بیمار ہو تو روزے نہیں رکھنے۔ اگر اس شرط کو نظر انداز کریں گے تو پھر صحت بگڑے گی تو آپ کی اپنی غلطی سے بگڑے گی۔ رمضان کے نتیجہ میں صحت نہیں بگڑا کرتی بلکہ صحت عطا ہوتی ہے۔

وہ لوگ جو ڈائٹنگ (Dieting) کرتے ہیں مثلاً، بڑی مصیبت پڑی ہوتی ہے سارا سال کوشش کرتے ہیں لیکن پھر بھی وزن کم نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ضروری نہیں کہ وہ کھانا زیادہ کھاتے ہیں۔ کئی ایسے موٹے میں نے دیکھے ہیں، میرے پاس مریض آتے رہتے ہیں، جن کی مشکل یہ ہے کہ اگر وہ کھانا کم کر دیں تو خون کم ہو جاتا ہے مگر جسم کم نہیں ہوتا اور کئی ایسی مریضائیں ہیں جن بیچاریوں کو انیمیا (Anaemia) ہو گیا اس کوشش میں کہ کسی طرح وزن کم ہو یہاں تک کہ ڈاکٹروں نے مجبور کیا کہ غذا نارمل کرو خواہ وزن کم ہو یا نہ ہو۔ تو یہ Metabolism کی خرابی کی وجہ سے بعض دفعہ موٹاپا ہوتا ہے۔ لازم نہیں کہ کوئی انسان زیادہ کھائے تو موٹا ہو۔ Metabolism اس کو کہتے ہیں کہ ایک انسان جب خوراک لے رہا ہے تو جسم کے اندر ایسا نظام ہے کہ اس خوراک کو دوبارہ Energy یعنی توانائی میں تبدیل کر دیا جاتا ہے اور وہ توانائی اس کے مختلف کاموں میں استعمال ہوتی ہے۔ دماغ کے لئے بھی، سانس لینے میں، دل کے دھڑکنے میں خواہ انسان کوئی دوسری حرکت کرے یا نہ کرے ہر وقت استعمال ہو رہی ہے اور گرمی بھی بناتی ہے حرارت غریزی بھی اسی سے ملتی ہے۔ اگر یہ توازن بگڑ جائے اور ایک انسان جتنا کھاتا ہے اتنا وہ گرمی میں تبدیل نہ

باقی صفحہ 38 پر

اے عبداللطیف تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف مرحوم کے حالات اور واقعہ قربانی

مرحوم نے مرکر میری جماعت کو ایک نمونہ دیا ہے در حقیقت جماعت ایک نمونہ کی محتاج تھی

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب تذکرۃ الشہادتین سے انتخاب)

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کی شہادت 14 جولائی 1903ء جماعت احمدیہ کی تاریخ میں نہایت درجہ اہمیت رکھنے والا اور نا قابل فراموش واقعہ تھا۔ اس لئے حضرت مسیح موعود نے اس کی تفصیلات بتانے اور صاحبزادہ عبداللطیف صاحب اور حضرت مولوی عبدالرحمان صاحب کا اسوہ قیامت تک زندہ رکھنے کی تحریک کرنے کے لئے تذکرۃ الشہادتین تصنیف فرمائی جو اکتوبر 1903ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں حضور نے ان دونوں شہداء کے حالات اور واقعات شہادت کی تفاصیل کے ساتھ اپنے دعویٰ اور اس کی صداقت کے دلائل بھی تحریر فرمائے۔ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کے واقعات حضور ہی کے الفاظ میں پیش کئے جاتے ہیں۔ سہولت کی خاطر ذیلی عناوین خود لگائے گئے ہیں۔

لرزہ خیز ظلم

اس زمانہ میں اگرچہ آسمان کے نیچے طرح طرح کے ظلم ہو رہے ہیں مگر جس ظلم کو ابھی میں ذیل میں بیان کروں گا۔ وہ ایک ایسا دردناک حادثہ ہے کہ دل کو ہلا دیتا ہے اور بدن پر لرزہ ڈالتا ہے۔...............

انہیں دنوں میں جب کہ.............. نہایت زبردست اور قوی نشان ظاہر ہوئے اور میرا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا دلائل کے ساتھ دنیا میں شائع ہوا۔ خوست علاقہ حدود کابل میں ایک بزرگ تک جن کا نام اخوند زادہ مولوی عبداللطیف ہے۔ کسی اتفاق سے میری کتابیں پہنچیں اور وہ تمام دلائل جو نقل او رعقل اور تائیدات سماوی سے میں نے اپنی کتابوں میں لکھے تھے۔ وہ سب دلیلیں ان کی نظر سے گزریں۔ اور چونکہ وہ بزرگ نہایت پاک باطن اور اہل علم اور اہل فراست اور خدا ترس اور تقویٰ شعار تھے۔ اس لئے ان کے دل پر ان دلائل کا قوی اثر ہوا۔ اور ان کو اس دعوے کی تصدیق میں کوئی دقت پیش نہ آئی۔ اور ان کی پاک کانشنس نے بلا توقف مان لیا کہ یہ شخص منجانب اللہ ہے اور یہ دعویٰ صحیح ہے۔ تب انہوں نے میری کتابوں کو نہایت محبت سے دیکھنا شروع کیا اور ان کی روح جو نہایت صاف اور مستعد تھی میری طرف کھینچی گئی یہاں تک ان کے لئے بغیر ملاقات کے دور بیٹھے رہنا نہایت دشوار ہو گیا۔

حضرت مسیح موعود سے ملاقات

آخر اس زبردست کشش اور محبت اور اخلاص کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے اس غرض سے کہ ریاست کابل سے اجازت حاصل ہو جائے حج کے لئے مصمم ارادہ کیا اور امیر کابل سے اس سفر کے لئے درخواست کی۔ چونکہ وہ امیر کابل کی نظر میں ایک برگزیدہ عالم اور تمام علماء کے سردار سمجھے جاتے تھے۔ اس لئے نہ صرف ان کو اجازت ہوئی بلکہ امداد کے طور پر کچھ روپیہ بھی دیا گیا۔ سو وہ اجازت حاصل کر کے قادیان میں پہنچے اور جب مجھ سے ان کی ملاقات ہوئی تو قسم اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں نے ان کو اپنی پیروی اور اپنے دعویٰ کی تصدیق میں ایسا فنا شدہ پایا کہ جس سے بڑھ کر انسان کے لئے ممکن نہیں۔ اور جیسا کہ ایک شیشہ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے ایسا ہی میں نے ان کو اپنی محبت سے بھرا ہوا پایا۔ اور جیسا کہ ان کا چہرہ نورانی تھا ایسا ہی ان کا دل مجھے نورانی معلوم ہوتا تھا۔ اس بزرگ مرحوم میں نہایت قابل رشک یہ صفت تھی کہ درحقیقت وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھتا تھا اور درحقیقت ان راستبازوں میں سے تھا جو خدا سے ڈر کر اپنے تقویٰ اور اطاعت الٰہی کو انتہا تک پہنچاتے ہیں اور خدا کے خوش کرنے کے لئے اور اس کی رضا حاصل کرنے کیلئے اپنی جان اور عزت اور مال کو ایک ناکارہ خس وخاشاک کی طرح اپنے ہاتھ سے چھوڑ دینے کو تیار ہوتے ہیں اس کی ایمانی قوت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ اگر میں اس کو ایک بڑے سے بڑے پہاڑ سے تشبیہ دوں تو میں ڈرتا ہوں کہ میری تشبیہ ناقص نہ ہو۔ اکثر لوگ باوجود.......... بیعت کے اور باوجود میرے دعویٰ کی تصدیق کے پھر بھی دنیا کو دین پر مقدم رکھنے کے زہریلے تخم سے بکلی نجات نہیں پاتے

بلکہ کچھ ملونی ان میں باقی رہ جاتی ہے۔اور ایک پوشیدہ بخل خواہ وہ جان کے متعلق ہو اور خواہ آبرو کے متعلق اور خواہ مال کے اور خواہ اخلاقی حالتوں کے متعلق ان کے ناکمل نفسوں میں پایا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے ان کی نسبت ہمیشہ میری یہ حالت رہتی ہے کہ میں ہمیشہ کسی خدمت دینی کے پیش کرنے کے وقت ڈرتا رہتا ہوں کہ ان کو ابتلاء پیش نہ آوے۔اور اس خدمت کو اپنے پر بوجھ سمجھ کر اپنی بیعت کو الوداع نہ کہہ دیں۔لیکن میں کن الفاظ سے اس بزرگ مرحوم کی تعریف کروں جس نے اپنے مال اور آبرو اور جان کو میری پیروی میں یوں پھینک دیا ہے کہ جس طرح کوئی ردی چیز پھینک دی جاتی ہے۔اکثر لوگوں کو میں دیکھتا ہوں کہ ان کا اول اور آخر برابر نہیں ہوتا اور ادنیٰ سی ٹھوکر یا شیطانی وسوسہ یا بد صحبت سے وہ گر جاتے ہیں۔مگر اس جواں مرد مرحوم کی استقامت کی تفصیل میں کن الفاظ سے بیان کروں کہ وہ نور یقین میں دمبدم ترقی کرتا گیا۔

بیعت کے محرکات

اور جب وہ میرے پاس پہنچا تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ کن دلائل سے آپ نے مجھے شناخت کیا۔تو انہوں نے فرمایا کہ سب سے پہلے قرآن ہے،جس نے آپ کی طرف میری رہبری کی اور فرمایا کہ میں ایک ایسی طبیعت کا آدمی تھا کہ پہلے سے فیصلہ کر چکا تھا کہ یہ زمانہ جس میں ہم ہیں۔اس زمانہ کے اکثر لوگ (۔) روحانیت سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ وہ اپنی زبانوں سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔مگر ان کے دل مومن نہیں اور ان کے اقوال اور افعال بدعت اور شرک اور انواع واقسام کی معصیت سے پر ہیں۔ایسا ہی بیرونی حملے بھی انتہاء تک پہنچ گئے ہیں۔ اور اکثر دل تاریک پردوں میں ایسے بے حس وحرکت ہیں کہ گویا مر گئے ہیں۔اور وہ دین اور تقویٰ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے۔جس کی تعلیم صحابہؓ کو دی گئی تھی۔اور وہ صدق اور یقین اور ایمان جو اس پاک جماعت کو ملا تھا بلاشبہ اب وہ بباعث کثرت غفلت کے مفقود ہے۔ اور شاذو نادر حکم معدوم کا رکھتا ہے۔ایسا ہی میں دیکھ رہا تھا کہ (دین) ایک مردہ کی حالت میں ہو رہا ہے۔اب وہ وقت آ گیا ہے کہ پردہ غیب سے کوئی منجانب اللہ مجدد دین پیدا ہو۔ بلکہ میں روز بروز اس اضطراب میں تھا کہ وقت تنگ ہوتا جاتا ہے۔انہیں دنوں میں یہ آواز میرے کانوں تک پہنچی کہ ایک شخص نے قادیان ملک پنجاب میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور میں نے بڑی کوشش سے چند کتابیں آپ کی تالیف کردہ بہم پہنچائیں۔اور انصاف کی نظر سے ان پر غور کر کے پھر قرآن کریم پر ان کو عرض کیا تو قرآن شریف کو ان کے ہر بیان کا مصدق پایا۔اسی طرح بہت سے کلمات معرفت اور دانائی کے ان کے منہ سے میں نے سنے جو بعض یاد رہے اور بعض بھول گئے اور وہ کئی مہینہ تک میرے پاس رہے اور اس قدر ان کو میری باتوں میں دلچسپی ہوئی کہ انہوں نے میری باتوں کو حج پر ترجیح دی اور کہا کہ میں اس علم کا محتاج ہوں جس سے ایمان قوی ہو اور علم عمل پر مقدم ہے سو میں نے ان کو مستعد پا کر جہاں تک میرے لئے ممکن تھا اپنے معارف ان کے دل میں ڈالے۔.........

نشانات کا مشاہدہ

مولوی صاحبزادہ عبداللطیف صاحب جب قادیان میں آئے تو صرف ان کو یہی فائدہ نہ ہوا کہ انہوں نے مفصل طور پر میرے دعویٰ کے دلائل سنے بلکہ ان چند مہینوں کے عرصہ میں جو وہ قادیان میرے پاس رہے اور ایک سفر جہلم تک بھی میرے ساتھ کیا۔ بعض آسمانی نشان بھی میری تائید میں انہوں نے مشاہدہ کئے ان تمام براہین اور انوار اور خوارق کو دیکھنے کی وجہ سے وہ فوق العادت یقین سے بھر گئے اور طاقت بالا ان کو کھینچ کر لے گئی۔...........

...........ابھی وہ اسی جگہ تھے کہ بہت سے یقین اور بھاری تبدیلی کی وجہ سے ان پر الہام اور وحی کا دروازہ کھولا گیا اور خدا تعالیٰ کی طرف سے کھلے لفظوں میں میری تصدیق کے بارے میں انہوں نے شہادتیں پائیں جن کی وجہ سے آخر کار انہوں نے اس شہادت کا شربت اپنے لئے منظور کیا جس کے مفصل لکھنے کے لئے اب وقت آ گیا ہے۔یقیناً یاد رکھو کہ جس طرز سے انہوں نے میری تصدیق کی راہ میں مرنا قبول کیا۔اس قسم کی موت (دین) کے تیرہ سو برس کے سلسلہ میں بجز نمونہ صحابہؓ کے اور کسی جگہ نہیں پاؤ گے۔ پس بلاشبہ اس طرح ان کا مرنا اور میری تصدیق میں نقد جان خدا تعالیٰ کے حوالہ کرنا یہ میری سچائی پر ایک عظیم الشان نشان ہے۔مگر ان کے لئے جو سمجھ رکھتے ہیں۔ انسان شک وشبہ کی حالت میں کب چاہتا ہے کہ اپنی جان دے دے۔اور اپنی بیوی اور اپنے بچوں کو تباہی میں ڈالے۔پھر عجب تر یہ کہ یہ بزرگ معمولی انسان نہیں تھا۔ بلکہ ریاست کابل میں کئی لاکھ کی ان کی اپنی جاگیر تھی اور انگریزی عملداری میں بھی بہت سی زمین تھی۔اور طاقت علمی اس درجہ تک تھی کہ ریاست نے تمام مولویوں کا ان کو سردار قرار دیا تھا وہ سب سے زیادہ عالم علم قرآن اور حدیث اور فقہ میں سمجھے جاتے تھے اور نئے امیر کی دستار بندی کی رسم بھی انہیں کے ہاتھ سے ہوتی تھی۔ اور اگر امیر فوت ہو جائے تو اس کے جنازہ پڑھنے کے لئے بھی وہی مقرر تھے۔یہ وہ باتیں ہیں جو ہمیں معتبر ذریعہ سے پہنچی ہیں۔اور ان کی خاص زبان سے میں نے سنا تھا کہ ریاست کابل میں پچاس ہزار کے

قریب ان کے معتقد اور ارادتمند ہیں جن میں سے بعض ارکان ریاست بھی تھے غرض یہ بزرگ ملک کابل میں ایک فرد تھا۔ اور کیا علم کے لحاظ سے اور کیا تقویٰ کے لحاظ سے اور کیا جاہ اور مرتبہ کے لحاظ سے او رکیا خاندان کے لحاظ سے اس ملک میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔ اور علاوہ مولوی کے خطاب کے صاحبزادہ اور اخوان زادہ اور شہزادہ کے لقب سے اس ملک میں مشہور تھے۔

صاحب علم وجود

اور شہید مرحوم ایک بڑا کتب خانہ حدیث اور تفسیر اور فقہ کا اپنے پاس رکھتے تھے اور نئی کتابوں کے خریدنے کے لئے ہمیشہ حریص تھے اور ہمیشہ درس وتدریس کا شغل جاری تھا۔ اور صدہا آدمی ان کی شاگردی کا فخر حاصل کر کے مولویت کا خطاب پاتے تھے۔ لیکن بایں ہمہ کمال یہ تھا کہ بے نفسی اور انکسار میں ایک مرتبہ تک پہنچ گئے تھے کہ جب تک انسان فنا فی اللہ نہ ہو یہ مرتبہ نہیں پا سکتا۔ ہر ایک شخص کسی قدر شہرت سے اور علم سے محجوب ہو جاتا ہے۔ اور اپنے تئیں کچھ چیز سمجھنے لگتا ہے اور وہی علم اور شہرت حق طلبی سے اس کو مانع ہو جاتی ہے مگر یہ شخص ایسا بے نفس تھا کہ باوجودیکہ ایک مجموعہ فضائل کا جامع تھا مگر تب بھی کسی حقیقت حقہ کے قبول کرنے سے اس کو اپنی علمی اور عملی اور خاندانی وجاہت مانع نہیں ہو سکتی تھی اور آخر سچائی پر اپنی جان قربان کی اور ہماری جماعت کے لئے ایک ایسا نمونہ چھوڑ گیا جس کی پابندی اصل منشاء خدا کا ہے۔ اب ہم ذیل میں اس بزرگ کی شہادت کے واقعہ کو لکھتے ہیں کہ کس دردناک طریق سے وہ قتل کیا گیا اور اس راہ میں کیا استقامت اس نے دکھلائی کہ بجز کامل قوت ایمانی کے اس دارالغرور میں کوئی نہیں دکھلا سکتا۔ اور بالآخر ہم یہ بھی لکھیں گے کہ ضرور تھا کہ ایسا ہی ہوتا کیونکہ آج سے تیئیس برس پہلے ان کی شہادت اور ان کے ایک شاگرد کی شہادت کی نسبت خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی تھی جس کو اسی زمانہ میں میں نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں شائع کیا تھا۔ سو اس بزرگ مرحوم نے نہ فقط وہ نشان دکھلایا جو کامل استقامت کے رنگ میں اس سے ظہور میں آیا۔ بلکہ یہ دوسرا نشان بھی اس کے ذریعہ سے ظاہر ہو گیا جو ایک مدت دراز کی پیشگوئی اس کی شہادت سے پوری ہوگئی جیسا کہ ہم انشاء اللہ اخیر میں اس پیشگوئی کو درج کریں گے۔

واقعات شہادت

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مولوی صاحب خوست علاقہ کابل سے قادیان میں آ کر کئی مہینہ میرے پاس اور میری صحبت میں رہے۔ پھر بعد اس کے آسمان پر یہ امر قطعی طور پر فیصلہ پا چکا۔ کہ وہ درجہ شہادت پاویں تو اس کے لئے یہ تقریب پیدا ہوئی کہ وہ مجھ سے رخصت ہو کر اپنے وطن کی طرف واپس تشریف لے گئے اب جیسا کہ معتبر ذرائع سے اور خاص دیکھنے والوں کی معرفت مجھے معلوم ہوا ہے۔ قضاء وقدر سے یہ صورت پیش آئی کہ مولوی صاحب جب سرزمین علاقہ ریاست کابل کے نزدیک پہنچے تو علاقہ انگریزی میں ٹھہر کر بریگیڈیر محمد حسین کوتوال کو جوان کا شاگرد تھا۔ ایک خط لکھا کہ اگر آپ امیر صاحب سے میرے آنے کی اجازت حاصل کر کے مجھے اطلاع دیں تو امیر صاحب کے پاس بمقام کابل میں حاضر ہو جاؤں بلا اجازت اس لئے تشریف نہ لے گئے کہ وقت سفر امیر صاحب کو یہ اطلاع دی تھی کہ میں حج کو جاتا ہوں مگر وہ ارادہ قادیان میں بہت دیر تک ٹھہرنے سے پورا نہ ہو سکا اور وقت ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور چونکہ وہ میری نسبت شناخت کر چکے تھے کہ یہی شخص مسیح موعود ہے۔ اس لئے میری صحبت میں رہنا ان کو مقدم معلوم ہوا۔ اور (۔) حج کا ارادہ انہوں نے کسی دوسرے سال پر ڈال دیا۔ اور ہر ایک دل اس بات کو محسوس کر سکتا ہے کہ ایک حج کا ارادہ کرنے والے کے لئے اگر یہ بات پیش آجائے کہ وہ اس مسیح موعود کو دیکھ لے جس کا تیرہ سو برس سے (۔) انتظار ہے۔ تو بموجب نص صریح قرآن اور احادیث کے وہ بغیر اس کی اجازت کے حج کو نہیں جا سکتا۔ ہاں باجازت اس کے دوسرے وقت میں جا سکتا ہے۔

ایک شریر کی سازش

غرض چونکہ وہ مرحوم (۔) اپنی صحت نیت سے حج نہ کر سکا۔ اور قادیان میں ہی دن گزر گئے تو قبل اس کے کہ وہ سرزمین کابل میں وارد ہوں۔ اور حدود ریاست کے اندر قدم رکھیں۔ احتیاطاً قرین مصلحت سمجھا کہ انگریزی علاقہ میں رہ کر امیر کابل پر اپنی سرگزشت کھول دی جائے۔ کہ اس طرح پر حج کرنے سے معذوری پیش آئی انہوں نے مناسب سمجھا کہ بریگیڈیر محمد حسین کو خط لکھا تا وہ مناسب موقعہ پر اصل حقیقت مناسب لفظوں میں امیر کے گوش گزار کر دیں۔ اور اس خط میں یہ لکھا کہ اگرچہ میں حج کے لئے روانہ ہوا تھا۔ مگر مسیح موعود کی مجھے زیارت ہو گئی اور چونکہ مسیح موعود کے ملنے کے لئے اور اس کی اطاعت مقدم رکھنے کے لئے خدا اور رسولؐ کا حکم ہے۔ اس مجبوری سے مجھے قادیان میں ٹھہرنا پڑا۔ اور میں نے اپنی طرف سے یہ کام نہ کیا۔ بلکہ قرآن اور حدیث کی رو سے اسی امر کو ضروری سمجھا جب یہ خط بریگیڈیر محمد حسین کوتوال کو پہنچا تو اس نے وہ خط اپنے زانوں کے نیچے رکھ لیا اور اس وقت پیش نہ کیا مگر اس کے نائب کو جو مخالف شریر آدمی تھا کسی طرح پتہ لگ

گیا کہ یہ مولوی صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کا خط ہےاور وہ قادیان ٹھہرے رہے۔تب اس نے وہ خط کسی تدبیر سے نکال لیا اور امیر صاحب کے آگے پیش کر دیا امیر نے بریگیڈیئر محمد حسین کوتوال سے دریافت کیا کہ کیا یہ خط آپ کے نام آیا ہے۔اس نے امیر صاحب کے موجودہ غیظ وغضب سے خوف کھا کر انکار کر دیا۔ پھر ایسا اتفاق ہوا کہ مولوی صاحب شہید نے کئی دن پہلے خط کے جواب کا انتظار کر کے ایک اور خط بذریعہ ڈاک محمد حسین کوتوال کولکھا وہ خط افسر ڈاک خانہ نے کھول لیا اور امیر صاحب کو پہنچا دیا۔ چونکہ قضاء وقدر سے مولوی صاحب کی شہادت مقدر تھی اور آسمان پر وہ برگزیدہ بزمرہ شہداء داخل ہو چکا تھا اس لئے امیر صاحب نے ان کو بلانے کے لئے حکمت عملی سے کام لیا اور ان کی طرف خط لکھا کہ آپ بلاخطرہ چلے آو۔اگر یہ دعویٰ سچا ہوگا تو میں بھی مرید ہو جاؤں گا۔ بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ خط امیر صاحب نے ڈاک میں بھیجا تھا یا دستی روانہ کیا تھا۔ بہر حال اس خط کو دیکھ کر مولوی صاحب موصوف کابل کی طرف روانہ ہو گئے اور قضاء وقدر نے نازل ہونا شروع کر دیا۔

مصائب کا آغاز

راویوں نے بیان کیا ہے کہ جب شہید مرحوم کابل کے بازار سے گزرے تو گھوڑے پر سوار تھے اور ان کے پیچھے آٹھ سرکاری سوار تھے اور ان کی تشریف آوری سے پہلے عام طور پر کابل میں مشہور تھا کہ امیر صاحب نے اخوندزادہ صاحب کو دھوکہ دے کر بلایا ہے۔اب بعد اس کے دیکھنے والوں کا یہ بیان ہے کہ جب اخوندزادہ صاحب مرحوم بازار سے گزرے تو ہم اور دوسرے بہت سے بازاری لوگ ساتھ چلے گئے۔اور یہ بھی بیان کیا کہ آٹھ سرکاری سوار خوست سے ہی ان کے ہمراہ کئے گئے تھے کیونکہ ان کے خوست پہنچنے سے پہلے حکم سرکاری ان کے گرفتار کرنے کے لئے حاکم خوست کے نام آ چکا تھا۔غرض جب امیر کے روبرو پیش کئے گئے تو مخالفوں نے پہلے سے ہی ان کے مزاج کو متغیر کر رکھا تھا۔اس لئے وہ بہت ظالمانہ جوش سے پیش آئے اور حکم دیا کہ مجھے ان سے بو آتی ہے ان کو فاصلہ پر کھڑا کرو۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد حکم دیا کہ ان کو اس قلعہ میں جس میں خود امیر صاحب رہتے ہیں قید کر دو اور زنجیر غراغراب لگا دو۔ یہ زنجیر وزنی ایک من چوبیس سیر انگریزی کا ہوتا ہے۔کمر سے گردن تک گھیر لیتا ہے اور اس میں ہتھکڑی بھی شامل ہے۔اور نیز حکم دیا کہ پاؤں میں بیڑی وزنی آٹھ سیر انگریزی کی لگا دو۔ پھر اس کے بعد مولوی صاحب چار مہینہ قید میں رہے۔

استقامت کا بے مثل نمونہ

اور اس عرصہ میں کئی دفعہ ان کو امیر کی طرف سے فہمائش ہوئی کہ تم اگر اس خیال سے توبہ کرو کہ قادیانی درحقیقت مسیح موعود ہے تو تمہیں رہائی دی جائے گی مگر ہر مرتبہ انہوں نے یہی جواب دیا کہ میں صاحب علم ہوں اور حق و باطل کی شناخت کرنے کی خدا نے مجھے قوت عطا کی ہے میں نے پوری تحقیق سے معلوم کر لیا ہے کہ یہ شخص درحقیقت مسیح موعود ہے اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میرے اس پہلو کے اختیار کرنے میں میری جان کی خیر نہیں ہے اور میرے اہل وعیال کی بربادی ہے۔مگر میں اس وقت اپنے ایمان کو اپنی جان اور ہر ایک دنیوی راحت پر مقدم سمجھتا ہوں ۔شہید مرحوم نے نہ ایک دفعہ بلکہ قید ہونے کی حالت میں بارہا یہی جواب دیا۔اور یہ قید انگریزی قید کی طرح نہیں تھی جس میں انسانی کمزوری کا کچھ کچھ لحاظ رکھا جاتا ہے۔ بلکہ ایک سخت قید تھی جس کو انسان موت سے بدتر سمجھتا ہے۔ اس لئے لوگوں نے شہید موصوف کی اس استقامت اور استقلال کو نہایت تعجب سے دیکھا اور درحقیقت تعجب کا مقام ہے کہ ایسا جلیل الشان شخص کہ جو کئی لاکھ روپیہ کی ریاست کابل میں جاگیر رکھتا تھا اور اپنے فضائل علمی اور تقویٰ کی وجہ سے گویا تمام سرزمین کابل کا پیشوا تھا اور قریباً پچاس برس کی عمر تک تنعم اور آرام میں زندگی بسر کی تھی اور بہت سا اہل وعیال اور عزیز فرزند رکھتا تھا پھر یک دفعہ وہ ایسی سنگین قید میں ڈالا گیا جو موت سے بدتر تھی اور جس کے تصور سے بھی انسان کے بدن پر لرزہ پڑتا ہے ایسا نازک اندام اور نعمتوں کا پروردہ انسان وہ اس روح کے گداز کرنے والی قید میں صبر کر سکے۔اور جان کو ایمان پر فدا کرے۔ بالخصوص جس حالت میں امیر کابل کی طرف سے بار بار ان کو پیغام پہنچتا تھا کہ اس قادیانی شخص کے دعویٰ سے انکار کر دو تو تم ابھی عزت سے رہا کئے جاؤ گے مگر اس قوی الایمان بزرگ نے اس بار بار کے وعدہ کی کچھ بھی پرواہ نہ کی اور بار بار یہی جواب دیا کہ مجھ سے یہ امید مت رکھو کہ میں ایمان پر دنیا کو مقدم رکھ لوں۔اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ جس کو میں نے خوب شناخت کر لیا اور ہر ایک طرح سے تسلی کر لی۔اپنی موت کے خوف سے اس کا انکار کر دوں۔ یہ انکار تو مجھ سے نہیں ہوگا میں دیکھ رہا ہوں کہ میں نے حق پالیا۔اس لئے چند روزہ زندگی کے لئے مجھ سے یہ بے ایمانی نہیں ہوگی کہ میں اس ثابت شدہ حق کو چھوڑ دوں۔ میں جان چھوڑنے کے لئے تیار ہوں اور فیصلہ کر چکا ہوں مگر حق میرے ساتھ جائے گا۔اس بزرگ کے بار بار کے یہ جواب ایسے تھے کہ سرزمین کابل کبھی ان کو فراموش نہیں کرے گی۔ اور کابل کے لوگوں نے اپنی تمام عمر میں یہ نمونہ

ایمانداری اور استقامت کا کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔

خاص رعایت

اس جگہ یہ بھی ذکر کرنے کے لائق ہے۔ کہ کابل کے امیروں کا یہ طریق نہیں ہے کہ اس قدر بار بار وعدہ معافی دے کر ایک عقیدہ کے چھڑانے کے لئے توجہ دلائیں لیکن مولوی عبداللطیف صاحب مرحوم کی یہ خاص رعایت اس وجہ سے تھی کہ وہ ریاست کابل کا گویا ایک بازو تھا اور ہزار ہا انسان اس کے معتقد تھے اور جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں وہ امیر کابل کی نظر میں اس قدر منتخب عالم فاضل تھا کہ تمام علماء میں آفتاب کی طرح سمجھا جاتا تھا۔ پس ممکن ہے کہ امیر کو بجائے خود یہ رنج بھی ہو کہ ایسا برگزیدہ انسان علماء کے اتفاق رائے سے ضرور قتل کیا جائے گا اور یہ تو ظاہر ہے کہ آج کل ایک طور سے عنان حکومت کابل کے مولویوں کے ہاتھ میں ہے اور جس بات پر مولوی لوگ اتفاق کر لیں۔ پھر ممکن نہیں کہ امیر اس کے برخلاف کچھ کر سکے۔ پس یہ امر قرین قیاس ہے کہ ایک طرف اس امیر کو مولویوں کا خوف تھا اور دوسری طرف شہید مرحوم کو بے گناہ دیکھتا تھا پس یہی وجہ ہے کہ وہ قید کی تمام مدت میں یہی ہدایت کرتا رہا۔ کہ آپ اس شخص قادیانی کو مسیح موعود مت مانیں۔ اور اس عقیدہ سے توبہ کریں۔ تب آپ عزت کے ساتھ رہا کر دیئے جاؤ گے اور اسی نیت سے اس نے شہید مرحوم کو اس قلعہ میں قید کیا تھا جس قلعہ میں وہ آپ رہتا تھا تا متواتر فہمائش کا موقعہ ملتا رہے۔

خون کی محتاج زمین

اور عجیب بات یہ ہے کہ ان کے بعض شاگرد بیان کرتے ہیں کہ جب وہ وطن کی طرف روانہ ہوئے تو بار بار کہتے تھے کہ کابل کی زمین اپنی اصلاح کے لئے میرے خون کی محتاج ہے۔ اور درحقیقت وہ سچ کہتے تھے کیونکہ سرزمین کابل میں اگر ایک کروڑ اشتہار شائع کیا جاتا اور دلائل قویہ سے میرا مسیح موعود ہونا ان پر ثابت کیا جاتا تو ان اشتہارات کا ہرگز ایسا اثر نہ ہوتا جیسا کہ اس شہید کے خون کا اثر ہوا۔ کابل کی سرزمین پر یہ خون اس تخم کی مانند پڑا ہے۔ جو تھوڑے عرصہ میں بڑا درخت بن جاتا ہے اور ہزار ہا پرندے اس پر اپنا بسیرا لیتے ہیں۔

آخری مباحثہ

اب ہم اس دردناک واقعہ کا باقی حصہ اپنی جماعت کے لئے لکھ کر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جب چار مہینے قید کے گزر گئے تب امیر نے اپنے روبرو شہید مرحوم کو بلا کر پھر اپنی عام کچہری میں توبہ کے لئے فہمائش کی۔ اور بڑے زور سے رغبت دی کہ اگر تم اب بھی قادیانی کی تصدیق اور اس کے اصولوں کی تصدیق سے میرے روبرو انکار کرو تو تمہاری جان بخشی جائے گی اور تم عزت کے ساتھ چھوڑے جاؤ گے۔ شہید مرحوم نے جواب دیا کہ یہ تو غیر ممکن ہے کہ میں سچائی سے توبہ کروں۔ اس دنیا کے حکام کا عذاب تو موت تک ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن میں اس سے ڈرتا ہوں جس کا عذاب کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ ہاں چونکہ میں سچ پر ہوں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ان مولویوں سے جو میرے عقیدے کے خلاف ہیں میری بحث کرائی جائے۔ اگر میں دلائل کی رو سے جھوٹا نکلا تو مجھے سزا دی جائے۔ راوی اس قصہ کے کہتے ہیں کہ ہم اس گفتگو کے وقت موجود تھے۔ امیر نے اس بات کو پسند کیا اور مسجد شاہی میں خان ملا خان اور آٹھ مفتی بحث کے لئے منتخب کئے گئے اور ایک لاہوری ڈاکٹر جو پنجابی ہونے کی وجہ سے سخت مخالف تھا بطور ثالث کے مقرر کر کے بھیجا گیا بحث کے وقت مجمع کثیر تھا اور دیکھنے والے کہتے ہیں کہ ہم اس بحث کے وقت موجود تھے۔ مباحثہ تحریری تھا۔ صرف تحریر ہوتی تھی۔ اور کوئی بات حاضرین کو سنائی نہیں جاتی تھی اس لئے اس مباحثہ کا کچھ حال معلوم نہیں ہوا۔ سات بجے صبح سے تین بجے سہ پہر تک مباحثہ جاری رہا پھر جب عصر کا وقت ہوا تو کفر کا فتویٰ لگایا گیا اور آخر بحث میں شہید مرحوم سے یہ بھی پوچھا گیا کہ اگر مسیح موعود یہی قادیانی شخص ہے۔ تو پھر تم عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کیا کہتے ہو کیا وہ واپس دنیا میں آئیں گے یا نہیں۔ تو انہوں نے بڑی استقامت سے جواب دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اب وہ ہرگز واپس نہیں آئیں گے قرآن کریم ان کے مرنے اور واپس نہ آنے کا گواہ ہے تب تو وہ لوگ ان مولویوں کی طرح جنہوں نے حضرت عیسیٰ کی بات کو سن کر اپنے کپڑے پھاڑ دیئے تھے۔ گالیاں دینے لگے اور کہا اب اس شخص کے کفر میں کیا شک رہا۔ اور بڑی غضبناک حالت میں یہ کفر کا فتویٰ لکھا گیا۔ پھر بعد اس کے اخوندزادہ حضرت شہید مرحوم اسی طرح پابزنجیر ہونے کی حالت میں قید خانہ میں بھیجے گئے اور اس جگہ یہ بات بیان کرنے سے رہ گئی ہے کہ جب شہزادہ مرحوم کی ان بدقسمت مولویوں سے بحث ہو رہی تھی تب آٹھ آدمی برہنہ تلواریں لے کر شہید مرحوم کے سر پر کھڑے تھے پھر بعد اس کے وہ فتویٰ کفر رات کے وقت امیر صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا۔ اور یہ چالاکی کی گئی کہ مباحثہ کے کاغذات ان کی خدمت میں عمداً نہ بھیجے گئے اور نہ عوام پر انکا مضمون بیان کیا گیا۔ یہ صاف اس بات پر دلیل تھی کہ مخالف مولوی شہید مرحوم کے ثبوت پیش کردہ کا کوئی رد نہ کر سکے مگر افسوس امیر پر کہ اس نے فتویٰ پر ہی حکم لگا دیا اور مباحثہ کے کاغذات طلب نہ کئے حالانکہ اس کو چاہئے تو یہ تھا کہ

اس عادل حقیقی سے ڈر کر جس کی طرف عنقریب تمام دولت وحکومت کو چھوڑ کر واپس جائے گا خود مباحثہ کے وقت حاضر ہوتا۔ بالخصوص جبکہ وہ خوب جانتا تھا کہ اس مباحثہ کا نتیجہ ایک معصوم بے گناہ کی جان ضائع کرنا ہے۔ تو اس صورت میں مقتضا خدا ترسی کا یہی تھا۔ کہ بہر حال افتاں وخیزاں اس مجلس میں جاتا اور نیز چاہیئے تھا کہ قبل ثبوت کسی جرم کے اس مظلوم پر یہ سختی روا نہ رکھتا۔ کہ ناحق ایک مدت تک قید کے عذاب میں ان کو رکھتا اور زنجیروں اور ہتھکڑیوں کے شکنجہ میں اس کو دبا دیا جاتا اور آٹھ سپاہی برہنہ شمشیروں کے ساتھ اس کے سر پر کھڑے کئے جاتے اور اس طرح ایک عذاب اور رعب میں ڈال کر اس کو ثبوت دینے سے روکا جاتا۔ پھر اگر اس نے ایسا نہ کیا تو عادلانہ حکم دینے کے لئے یہ تو اس کا فرض تھا کہ کاغذات مباحثہ کے اپنے حضور میں طلب کرتا بلکہ پہلے سے یہ تاکید کر دیتا کہ کاغذات مباحثہ کے میرے پاس بھیج دینے چاہئیں اور نہ صرف اس بات پر کفایت کرتا کہ آپ ان کاغذات کو دیکھتا۔ بلکہ چاہیئے تھا کہ سرکاری طور پر ان کاغذات کو چھپوا دیتا کہ دیکھو کیسے یہ شخص ہمارے مولویوں کے مقابل پر مغلوب ہو گیا اور کچھ ثبوت قادیانی کے مسیح موعود ہونے کے بارے میں (......) اور حضرت مسیح کے فوت ہونے کے بارے میں نہ دے سکا۔ ہائے وہ معصوم اس کی نظر کے سامنے ایک بکرے کی طرح ذبح کیا گیا اور باوجود صادق ہونے کے اور باوجود پورا ثبوت دینے کے اور باوجود ایسی استقامت کے کہ صرف اولیاء کو دی جاتی ہے پھر بھی اس کا پاک جسم پتھروں سے ٹکڑے کر دیا گیا اور اس کی بیوی اور اس کے یتیم بچوں کو خوست سے گرفتار کر کے بڑی ذلت اور عذاب کے ساتھ کسی اور جگہ حراست میں بھیجا گیا (۔)۔

قید و بند کی صعوبتیں

بعد اس کے کہ کفر کا فتویٰ لگا کر شہید مرحوم قید خانہ میں بھیجا گیا۔ صبح روز دوشنبہ کو شہید موصوف کو سلام خانہ یعنی خاص مکان دربار امیر صاحب میں بلایا گیا۔ اس وقت بھی بڑا مجمع تھا۔ امیر صاحب جب ارک یعنی قلعہ سے نکلے تو راستہ میں شہید مرحوم ایک جگہ بیٹھے تھے ان کے پاس ہو کر گزرے اور پوچھا کہ اخوندزادہ صاحب کیا فیصلہ ہوا۔ شہید مرحوم کچھ نہ بولے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان لوگوں نے ظلم پر کمر باندھی ہے۔ مگر سپاہیوں میں سے کسی نے کہا کہ ملامت ہو گیا۔ یعنی کفر کا فتویٰ لگ گیا۔ پھر امیر صاحب جب اپنے اجلاس پر آئے تو اجلاس میں بیٹھتے ہی پہلے اخوندزادہ صاحب مرحوم کو بلایا۔ اور کہا کہ آپ پر کفر کا فتویٰ لگ گیا ہے۔ اب کہو کہ کیا توبہ کرو گے۔ یا سزا پاؤ گے تو انہوں نے صاف لفظوں میں انکار کیا۔ اور کہا کہ میں حق سے توبہ نہیں کر سکتا۔ کیا میں جان کے خوف سے باطل کو مان لوں۔ یہ مجھ سے نہیں ہو گا۔ تب امیر نے دوبارہ توبہ کے لئے کہا اور توبہ کی حالت میں بہت امید دی اور وعدہ معافی دیا۔ مگر شہید مرحوم نے بڑے زور سے انکار کیا۔ اور کہا کہ مجھ سے یہ امید مت رکھو کہ میں سچائی سے توبہ کروں۔ ان باتوں کو بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ یہ سنی سنائی باتیں نہیں بلکہ ہم خود اس مجمع میں موجود تھے اور مجمع کثیر تھا شہید مرحوم ہر ایک فہمائش کا زور سے انکار کرتا تھا اور وہ اپنے لئے فیصلہ کر چکا تھا۔ کہ ضرور ہے کہ میں اس راہ میں جان دوں۔

نئی زندگی

تب اس نے یہ بھی کہا کہ میں بعد قتل چھ روز تک پھر زندہ ہو جاؤں گا۔ یہ راقم کہتا ہے کہ یہ قول وحی کے بنا پر ہو گا جو اس وقت ہوئی ہو گی۔ کیونکہ اس وقت شہید مرحوم منقطعین میں داخل ہو چکا تھا اور فرشتے اس سے مصافحہ کرتے تھے۔ تب فرشتوں سے یہ خبر پا کر ایسا اس نے کہا۔ اور اس قول کے یہ معنے تھے کہ وہ زندگی جو اولیاء اور ابدال کو دی جاتی ہے۔ چھ روز تک مجھے مل جائے گی اور قبل اس کے جو خدا کا دن آوے یعنی ساتویں دن میں زندہ ہو جاؤں گا اور یاد رہے کہ اولیاء اللہ اور وہ خاص لوگ جو خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان ہوتے ہیں وہ چند دنوں کے بعد پھر زندہ کئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (۔) یعنی تم ان کو مردے مت خیال کرو جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں وہ تو زندے ہیں۔ پس مرحوم کا اسی مقام کی طرف اشارہ تھا۔

حضور کا کشف

اور میں نے ایک کشفی نظر میں دیکھا کہ ایک درخت سرو کی ایک بڑی لمبی شاخ.......... جو نہایت خوبصورت اور سرسبز تھی ہمارے باغ میں سے کاٹی گئی ہے اور وہ ایک شخص کے ہاتھ میں ہے تو کسی نے کہا کہ اس شاخ کو اس زمین میں جو میرے مکان کے قریب ہے اس بیری کے پاس لگا دو جو اس سے پہلے کاٹی گئی تھی اور پھر دوبارہ اگے گی اور ساتھ ہی مجھے یہ وحی ہوئی کہ کابل سے کاٹا گیا اور سیدھا ہماری طرف آیا۔ اس کی میں نے یہ تعبیر کی کہ تخم کی طرح مرحوم کا خون زمین پر پڑا ہے۔ اور وہ بہت بارور ہو کر ہماری جماعت کو بڑھا دے گا۔ اس طرف میں نے یہ خواب دیکھی اور اس طرف شہید مرحوم نے کہا کہ چھ روز تک میں زندہ کیا جاؤں گا میری خواب اور شہید مرحوم کے اس قول کا مآل ایک ہی ہے۔

جماعت کے لئے نمونہ

شہید مرحوم نے مرکر میری جماعت کو ایک نمونہ دیا ہے اور درحقیقت میری جماعت ایک بڑے نمونہ کی محتاج تھی۔ اب تک ان میں سے ایسے بھی پائے جاتے ہیں کہ جو شخص ان میں سے ادنیٰ خدمت بجالاتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ اس نے بڑا کام کیا ہے اور قریب ہے کہ وہ میرے پر احسان رکھے۔ حالانکہ خدا کا اس پر احسان ہے کہ اس خدمت کے لئے اس نے اس کو توفیق دی۔ بعض ایسے ہیں کہ پورے زور اور پورے صدق سے اس طرف نہیں آئے اور جس قوت ایمان اور انتہا درجہ کے صدق وصفا کا وہ دعویٰ کرتے ہیں آخر تک اس پر قائم نہیں رہ سکتے۔ اور دنیا کی محبت کے لئے دین کو کھو دیتے ہیں اور کسی ادنیٰ امتحان کی بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ خدا کے سلسلے میں بھی داخل ہو کر ان کی دنیاداری کم نہیں ہوتی۔ لیکن خداتعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ایسے بھی ہیں کہ وہ سچے دل سے ایمان لائے اور سچے دل سے اس طرف کو اختیار کیا۔ اور اس راہ کے لئے ہر ایک دکھ اٹھانے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن جس نمونہ کو اس جوانمرد نے ظاہر کر دیا۔ اب تک وہ قوتیں اس جماعت کی مخفی ہیں۔ خدا سب کو وہ ایمان سکھاوے اور وہ استقامت بخشے جس کا اس شہید مرحوم نے نمونہ پیش کیا ہے۔ یہ دنیوی زندگی جو شیطانی حملوں کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ کامل انسان بننے سے روکتی ہے۔ اور اس سلسلہ میں بہت داخل ہوں گے۔ مگر افسوس کہ تھوڑے ہیں۔ کہ یہ نمونہ دکھائیں گے۔

سوئے مقتل روانگی

پھر ہم اصل واقعہ کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ جب شہید مرحوم نے ہر ایک مرتبہ توبہ کرنے کی فہمائش پر توبہ کرنے سے انکار کیا تو امیر نے ان سے مایوس ہو کر اپنے ہاتھ سے ایک لمبا چوڑا کاغذ لکھا اور اس میں مولویوں کا فتویٰ درج کیا اور اس میں یہ لکھا کہ ایسے کافر کی سنگسار کرنا سزا ہے۔ تب وہ فتویٰ اخوندزادہ مرحوم کے گلے میں لٹکا دیا گیا۔ اور پھر امیر نے حکم دیا کہ شہید مرحوم کے ناک میں چھید کر کے اس میں رسی ڈال دی جائے۔ اور اسی رسی سے شہید مرحوم کو کھینچ کر مقتل یعنی سنگسار کرنے کی جگہ تک پہنچایا جائے چنانچہ اس ظالم امیر کے حکم سے ایسا ہی کیا گیا۔ اور ناک کو چھید کر سخت عذاب کے ساتھ اس میں رسی ڈالی گئی۔ تب اسی رسی کے ذریعہ سے شہید مرحوم کو نہایت ٹھٹھے ہنسی اور گالیوں اور لعنت کے ساتھ مقتل تک لے گئے۔ اور امیر اپنے تمام مصاحبوں کے ساتھ اور مع قاضیوں مفتیوں اور دیگر اہلکاروں کے یہ دردناک نظارہ دیکھتا ہوا مقتل تک پہنچا۔ اور شہر کی ہزار ہا مخلوق جن کا شمار کرنا مشکل ہے۔ اس تماشا کے دیکھنے کے لئے گئی۔ جب مقتل پر پہنچے تو شہزادہ مرحوم کو کمر تک زمین میں گاڑ دیا۔ اور پھر اس حالت میں جب کہ وہ کمر تک زمین میں گاڑ دیئے گئے تھے۔ امیر ان کے پاس گیا اور کہا کہ اگر تو قادیانی سے جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ انکار کرے تو اب بھی میں تجھے بچالیتا ہوں۔ اب تیرا آخری وقت ہے اور یہ آخری موقعہ ہے جو تجھے دیا جاتا ہے اور اپنی جان او راپنے عیال پر رحم کر۔ تب شہید مرحوم نے جواب دیا کہ نعوذ باللہ سچائی سے کیونکر انکار ہو سکتا ہے اور جان کیا حقیقت ہے اور عیال واطفال کیا چیز ہیں۔ جن کے لئے میں ایمان کو چھوڑ دوں۔ مجھ سے ایسا ہرگز نہیں ہوگا اور میں حق کے لئے مروں گا۔ تب قاضیوں اور فقیہوں نے شور مچایا کہ کافر ہے کافر ہے اس کو جلد سنگسار کرو۔ اس وقت امیر اور اس کا بھائی نصر اللہ خان اور قاضی اور عبدالاحد کمیدان یہ لوگ سوار تھے اور باقی تمام لوگ پیادہ تھے۔ جب ایسی نازک حالت میں شہید مرحوم نے بار بار کہہ دیا کہ میں ایمان کو جان پر مقدم رکھتا ہوں۔

پتھروں کی بارش

تب امیر نے اپنے قاضی کو حکم دیا کہ پہلا پتھر تم چلاؤ۔ کہ تم نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے قاضی نے کہا کہ آپ بادشاہ وقت ہیں۔ آپ چلادیں۔ تب امیر نے جواب دیا کہ شریعت کے تم ہی بادشاہ ہو اور تمہارا ہی فتویٰ ہے اس میں میرا کوئی دخل نہیں۔ تب قاضی نے گھوڑے سے اتر کر ایک پتھر چلایا جس پتھر سے شہید مرحوم کو زخم کاری لگا اور گردن جھک گئی پھر بعد اس کے بدقسمت امیر نے اپنے ہاتھ سے پتھر چلایا۔ پھر کیا تھا اس کی پیروی سے ہزاروں پتھر اس شہید پر پڑنے لگے اور کوئی حاضرین میں سے ایسا نہ تھا جس نے اس شہید مرحوم کی طرف پتھر نہ پھینکا ہو۔ یہاں تک کہ کثرت پتھروں سے شہید مرحوم کے سر پر ایک کوٹھہ پتھروں کا جمع ہو گیا۔ پھر امیر نے واپس ہونے کے وقت کہا کہ یہ شخص کہتا تھا کہ میں چھ روز تک زندہ ہو جاؤں گا۔ اس پر چھ روز تک پہرہ رہنا چاہئے۔ بیان کیا گیا کہ یہ ظلم یعنی سنگسار کرنا 14 جولائی کو وقوع میں آیا۔ اس بیان میں اکثر حصہ ان لوگوں کا ہے جو اس سلسلہ کے مخالف تھے جنہوں نے یہ بھی اقرار کیا کہ ہم نے بھی پتھر مارے تھے۔ اور بعض ایسے آدمی بھی اس بیان میں داخل ہیں کہ شہید مرحوم کے پوشیدہ شاگرد تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اس سے زیادہ دردناک ہے۔ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ امیر کے ظلم کو پورے طور پر ظاہر کرنا کسی نے روا نہیں رکھا اور جو کچھ ہم نے لکھا ہے بہت سے خطوط کے مشترک مطلب سے ہم نے خلاصۃً لکھا ہے۔ ہر ایک قصہ میں اکثر مبالغہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ قصہ ہے کہ لوگوں نے امیر سے ڈر کر پورا پورا بیان نہیں کیا اور بہت سی پردہ پوشی کرنی چاہی۔ شہزادہ عبداللطیف کے لئے جو

شہادت مقدر تھی وہ ہو چکی ہے۔ اب ظلم کا پاداش باقی ہے۔ (۔) مومن بھی ایسا مومن کہ اگر کابل کی تمام سرزمین میں اس کی نظیر تلاش کی جائے تو تلاش کرنا لاحاصل ہے۔ ایسے لوگ اکسیر احمر کے حکم میں ہیں۔ جو صدق دل سے ایمان اور حق کے لئے جان بھی فدا کرتے ہیں اور زن و فرزند کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے۔

ہزاروں رحمتیں

اے عبداللطیف تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا اور جو لوگ میری جماعت میں سے میری موت کے بعد رہیں گے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے۔

.... صاحبزادہ مولوی عبداللطیف مرحوم کا اس بے رحمی سے مارا جانا اگرچہ ایسا امر ہے کہ اس کے سننے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ (۔) لیکن اس خون میں بہت برکات ہیں کہ بعد میں ظاہر ہوں گے۔ اور کابل کی زمین دیکھ لے گی کہ یہ خون کیسے کیسے پھل لائے گا۔ یہ خون کبھی ضائع نہیں جائے گا۔

اے کابل کی زمین تو گواہ رہ کہ تیرے پر سخت جرم کا ارتکاب کیا گیا۔ اے بدقسمت زمین تو خدا کی نظر سے گر گئی کہ تو اس ظلم عظیم کی جگہ ہے

ظلم کی سزا

پہلے اس سے غریب عبدالرحمان میری جماعت کا ظلم سے مارا گیا اور خدا چپ رہا۔ مگر اس خون پر اب وہ چپ نہیں رہے گا اور بڑے بڑے نتائج ظاہر ہوں گے۔ چنانچہ سنا گیا ہے کہ جب شہید مرحوم کو ہزاروں پتھروں سے قتل کیا گیا تو انہیں دنوں میں سخت ہیضہ کابل میں پھوٹ پڑا اور بڑے بڑے ریاست کے نامی اس کا شکار ہو گئے اور بعض امیر کے رشتہ دار اور عزیز بھی اس جہاں سے رخصت ہوئے۔ مگر ابھی کیا ہے یہ خون بڑی بے رحمی کے ساتھ کیا گیا ہے او رآسمان کے نیچے ایسے خون کی اس زمانہ میں نظیر نہیں ملے گی۔ ہائے اس نادان امیر نے کیا کیا کہ ایسے معصوم شخص کو کمال بیدردی سے قتل کر کے اپنے تئیں تباہ کر لیا۔ اے کابل کی زمین تو گواہ رہ کہ تیرے پر سخت جرم کا ارتکاب کیا گیا۔ اے بدقسمت زمین تو خدا کی نظر سے گر گئی کہ تو اس ظلم عظیم کی جگہ ہے۔

ایک جدید کرامت

جب میں نے اس کتاب کو لکھنا شروع کیا تو میرا ارادہ تھا کہ قبل اس کے جو 16 اکتوبر 1903ء کو بمقام گورداسپور ایک مقدمہ پر جاؤں جو ایک مخالف کی طرف سے فوجداری میں میرے پر دائر ہے یہ رسالہ تالیف کر لوں اور اس کو ساتھ لے جاؤں۔ تو ایسا اتفاق ہوا کہ مجھے درد گردہ سخت پیدا ہوا۔ میں نے خیال کیا کہ یہ کام ناتمام رہ گیا صرف دو چار دن ہیں۔ اگر میں اسی طرح درد گردہ میں مبتلا رہا جو ایک مہلک بیماری ہے تو یہ تالیف نہیں ہو سکے گا۔ تب خداتعالیٰ نے مجھے دعا کی طرف توجہ دلائی میں نے رات کے وقت جب کہ تین گھنٹے کے قریب بارہ بجے کے بعد رات گزر چکی تھی اپنے گھر کے لوگوں سے کہا کہ اب میں دعا کرتا ہوں تم آمین کہو۔ سو میں نے اسی دردناک حالت میں صاحبزادہ مولوی عبداللطیف کے تصور سے دعا کی کہ یا الٰہی اس مرحوم کے لئے میں اس کو لکھنا چاہتا تھا۔ تو ساتھ ہی مجھے غنودگی ہوئی اور الہام ہوا (۔) یعنی سلامتی اور عافیت ہے۔ یہ خدائے رحیم کا کلام ہے۔ پس قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ ابھی صبح کے چھ نہیں بجے تھے کہ میں بالکل تندرست ہو گیا اور اسی روز نصف کے قریب کتاب کو لکھ لیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

خدا کا منشاء

اگرچہ میں خوب جانتا ہوں کہ جماعت کے بعض افراد ابھی تک اپنی روحانی کمزوری کی حالت میں ہیں۔ یہاں تک کہ بعض کو اپنے وعدوں پر بھی ثابت رہنا مشکل ہے۔ لیکن جب میں اس استقامت اور جاں فشانی کو دیکھتا ہوں جو صاحبزادہ مولوی محمد عبداللطیف مرحوم سے ظہور میں آئی تو مجھے اپنی جماعت کی نسبت بہت امید بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ جس خدا نے بعض افراد جماعت کو یہ توفیق دی کہ نہ صرف مال بلکہ جان بھی اس راہ میں قربان کر گئے۔ اس خدا کا صریح یہ منشاء معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت سے ایسے افراد اس جماعت میں پیدا کرے جو صاحبزادہ مولوی عبداللطیف کی روح رکھتے ہوں اور ان کی روحانیت کا ایک نیا پودہ ہوں۔ جیسا کہ میں نے کشفی حالت میں واقعہ شہادت مولوی صاحب موصوف کے قریب دیکھا کہ ہمارے باغ میں سے ایک بلند شاخ سرو کی کاٹی گئی۔ اور میں نے کہا اس شاخ کو زمین میں دوبارہ نصب کر دو تا وہ بڑھے اور پھولے سو میں نے اس کی یہی تعبیر کی کہ خداتعالیٰ بہت سے ان کے

قائمقام پیدا کر دے گا سو میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی وقت میرے اس کشف کی تعبیر ظاہر ہو جائے گی۔

تدفین

میاں احمد نور جو حضرت صاحبزادہ مولوی عبداللطیف صاحب کے خاص شاگرد ہیں۔8 نومبر 1903ء کو مع عیال خوست سے قادیان پہنچے۔ان کا بیان ہے مولوی صاحب کی لاش برابر چالیس دن تک ان پتھروں میں پڑی رہی جن میں وہ سنگسار کئے گئے تھے بعد اس کے میں نے چند دوستوں کے ساتھ مل کر رات کے وقت ان کی نعش مبارک نکالی اور پوشیدہ طور پر شہر میں لائے اور اندیشہ تھا کہ امیر اور اس کے ملازم کچھ مزاحمت کریں گے مگر شہر میں وبائے ہیضہ اس قدر پڑ چکا تھا کہ ہر ایک شخص اپنی بلا میں گرفتار تھا۔اس لئے ہم اطمینان سے مولوی صاحب مرحوم کا قبرستان میں جنازہ لے گئے اور جنازہ پڑھ کر وہاں دفن کر دیا یہ عجیب بات ہے کہ مولوی صاحب جب پتھروں میں سے نکالے گئے تو کستوری کی طرح ان کے بدن سے خوشبو آتی تھی۔اس سے لوگ بہت متاثر ہوئے۔

خدائے واحد کا پرستار

اس واقعہ سے پہلے کابل کے علماء امیر کے حکم سے مولوی صاحب کے ساتھ بحث کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے۔مولوی صاحب نے ان کو فرمایا کہ تمہارے دو خدا ہیں۔کیونکہ تم امیر سے ایسا ڈرتے ہو جیسا کہ خدا تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے۔مگر میرا ایک خدا ہے۔اس لئے میں اس امیر سے نہیں ڈرتا۔اور جب گھر میں تھے اور ابھی گرفتار نہیں ہوئے تھے اور نہ اس واقعہ کی کچھ خبر تھی۔اپنے دونوں ہاتھوں کو مخاطب کر کے فرمایا اے میرے ہاتھو! کیا تم ہتھکڑیوں کو برداشت کر لو گے۔ان کے گھر کے لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا بات آپ کے منہ سے نکلی ہے تب فرمایا کہ نماز عصر کے بعد تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ کیا بات ہے تب نماز عصر کے بعد حاکم کے سپاہی آئے اور گرفتار کر لیا۔اور گھر کے لوگوں کو انہوں نے نصیحت کی کہ میں جاتا ہوں اور دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم کوئی دوسری راہ اختیار کرو۔جس ایمان اور عقیدہ پر میں ہوں چاہئے کہ وہی تمہارا ایمان اور عقیدہ ہو۔اور گرفتاری کے بعد راہ میں چلتے کہا کہ میں اس مجمع کا نوشاہ ہوں ۔بحث کے وقت علماء نے پوچھا کہ تو اس قادیانی شخص کے حق میں کیا کہتا ہے جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔تو مولوی صاحب نے جواب دیا کہ ہم نے اس شخص کو دیکھا ہے اور اس کے امور میں بہت غور کی ہے۔اس کی مانند زمین پر کوئی موجود نہیں اور بیشک اور بلاشبہ وہ مسیح موعود ہے اور وہ مردوں کو زندہ کر رہا ہے۔تب ملانوں نے شور کر کے کہا کہ وہ کافر اور تو بھی کافر ہے اور ان کو امیر کی طرف سے بحالت نہ توبہ کرنے کے سنگسار کرنے کے لئے دھمکی دی گئی اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اب میں مروں گا۔تب یہ آیت (۔)

یعنی اے ہمارے خدا دل کو لغزش سے بچا اور بعد اس کے جو تو نے ہدایت دی ہمیں پھسلنے سے محفوظ رکھ اور اپنے پاس سے ہمیں رحمت عنایت کر کیونکہ ہر ایک رحمت کو تو ہی بخشتا ہے۔

پھر جب ان کو سنگسار کرنے لگے تو یہ آیت پڑھی (۔) یعنی اے میرے خدا تو دنیا اور آخرت میں میرا متولی ہے مجھے (دین) پر وفات دے اور اپنے نیک بندوں کے ساتھ ملا دے۔پھر بعد اس کے پتھر چلائے گئے۔اور حضرت مرحوم کو شہید کر دیا گیا (۔) اور صبح ہوتے ہی کابل میں ہیضہ پھوٹ پڑا اور نصر اللہ خان حقیقی بھائی امیر حبیب اللہ خان کا جو اصل سبب اس خونریزی کا تھا اس کے گھر میں ہیضہ پھوٹا اور اس کی بیوی اور بچہ فوت ہو گیا اور چار سو کے قریب ہر روز آدمی مرتا تھا۔اور شہادت کی رات آسمان سرخ ہو گیا۔اور اس سے پہلے مولوی صاحب فرماتے تھے کہ مجھے بار بار الہام ہوتا ہے۔(یعنی فرعون کی طرف جا۔ میں تیرے ساتھ ہوں۔میں سنتا اور دیکھتا ہوں تو معنبر اور معطر ہے) اور فرمایا کہ مجھے الہام ہوتا ہے کہ آسمان شور کر رہا ہے اور زمین اس شخص کی طرح کانپ رہی ہے جو تپ لرزہ میں گرفتار ہو دنیا اس کو نہیں جانتی یہ امر ہونے والا ہے۔اور فرمایا کہ مجھے ہر وقت الہام ہوتا ہے کہ اس راہ میں اپنا سر دیدے اور دریغ نہ کر کہ خدا نے کابل کی زمین کی بھلائی کے لئے یہی چاہا ہے اور میاں نور احمد کہتے ہیں کہ مولوی صاحب موصوف ڈیڑھ ماہ تک قید رہے اور پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ چار ماہ تک قید میں رہے۔یہ اختلاف روایت ہے۔اصل واقعہ میں سب متفق ہیں۔

(تذکرۃ الشہادتین ص 1 تا 120 طبع اول)

لاثانی وجود

''ملک کابل میں ان کو شہزادہ عبداللطیف بھی کہتے ہیں، یہ ایک بڑے خاندان کے رئیس اور صاحب علم و فضل تھے اور پچاس ہزار کے قریب ان کے متبعین اور شاگرد اور مرید تھے۔علم حدیث کی تخم ریزی اور اشاعت اس ملک میں مولوی صاحب موصوف کے ذریعہ سے بہت ہوئی تھی اور باوجود اس قدر علم اور فضل اور کمال کے جس کی وجہ سے وہ ان ملکوں میں لاثانی شمار کئے جاتے تھے۔انکسار اور فروتنی ان کے مزاج میں اس قدر تھی کہ گویا عجب اور تکبر کی قوت ہی ان میں پیدا نہیں ہوئی تھی۔''

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم حاشیہ ص 161)

حضرت مسیح موعود کا الہام شاتان تذبحان کیسے پورا ہوا

حضرت مولوی عبدالرحمان صاحب اور صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کی عظیم الشان قربانی

(حضرت مصلح موعودؓ کے قلم سے)

حضرت مصلح موعود نے 1922ء میں امیر امان اللہ والی افغانستان کو احمدیت کی حقیقت سے آگاہ کرنے کے لئے مفصل مکتوب ''دعوۃ الامیر'' کی شکل میں تحریر فرمایا جس میں آپ نے حضرت مسیح موعود کی پیشگوئیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ''شاتان تذبحان'' کی تفصیل بھی بیان فرمائی۔ متعلقہ حصہ درج ذیل ہے۔

اے بادشاہ! اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور ان غلطیوں کے بدنتائج سے محفوظ رکھے جن کے ارتکاب میں آپ کو کوئی دخل نہ تھا آج سے چالیس سال پہلے حضرت مسیح موعود کو الہام میں بتایا گیا تھا کہ شاتان تذبحان......... یعنی دو بکرے ذبح کئے جاویں گے اور ہر ایک جو اس زمین پر بستا ہے فنا ہو جائے گا۔ علم التعبیر کے مطابق شاۃ کی دو تعبیریں ہو سکتی ہیں، ایک تو عورتیں اور دوسرے نہایت مطیع اور فرمانبردار رعایا، چونکہ عورتوں کے معنوں کے ساتھ اگلے فقرے کا کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا کیونکہ عورتوں کا ذبح ہونے سے کم ہی تعلق ہوتا ہے زیادہ ترجان دینے والے مرد ہی ہوتے ہیں اس لئے زیادہ تر قرین قیاس یہی معنے ہو سکتے ہیں کہ دو آدمی جو اپنے بادشاہ کے نہایت فرمانبردار اور مطیع ہوں گے باوجود اس کے کہ انہوں نے کوئی جرم اپنے بادشاہ کا نہ کیا ہوگا اور اس کا کوئی قانون نہ توڑا ہوگا اور سزائے قتل کے مستحق نہ ہوں گے قتل کئے جاویں گے اور اس کے بعد ملک پر ایک عام تباہی آوے گی اور ہلاکت اس میں ڈیرے ڈالے گی۔

اس پیشگوئی میں گو ملک وغیرہ کا کچھ نشان نہیں دیا گیا تھا مگر اس کی عبارت سے یہ ضروری معلوم ہوتا تھا کہ اول تو یہ واقعہ انگریزی علاقہ میں نہیں ہوگا بلکہ کسی ایسے ملک میں ہوگا جہاں عام ملکی قانون کی اطاعت کرتے ہوئے بھی لوگوں کے غصے اور ناراضگی کے نتیجے میں انسان قتل کئے جا سکتے ہیں۔ دوم یہ کہ یہ مقتول ملہم کے پیروؤں میں سے ہوں گے کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو پھر اس کو صرف دو مقتولوں کے متعلق خبر دینے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ تیسری یہ بات معلوم ہوئی کہ وہ قتل ناواجب ہوگا کسی سیاسی جرم کے متعلق نہ ہوگا، چوتھے یہ کہ اس ناواجب فعل کے بدلے میں اس ملک پر ایک عام تباہی آوے گی۔

یہ چاروں باتیں مل کر اے بادشاہ! اس پیشگوئی کو معمولی پیشگوئیوں سے بہت بالا کر دیتی ہیں اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ چونکہ اس میں ملک کی تعیین نہیں اس لئے یہ پیشگوئی مبہم ہے ان چاروں باتوں کا یکجا طور پر پورا ہونا پیشگوئی کی عظمت کو ثابت کر دیتا ہے کیونکہ یہ چاروں باتیں اتفاقی طور پر جمع نہیں ہو سکتیں۔

مولوی عبدالرحمان صاحب کی قربانی

اس پیشگوئی کے بعد قریباً بیس سال تک کوئی ایسے آثار نظر نہ آئے جن سے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوتی معلوم ہو۔ مگر جب کہ قریباً بیس سال اس الہام پر گزر گئے تو ایسے سامان پیدا ہونے لگے جنہوں نے اس پیشگوئی کو حیرت انگیز طور پر پورا کر دیا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ حضرت اقدس مسیح موعود کی بعض کتب کوئی شخص افغانستان میں لے گیا اور وہاں خوست کے ایک عالم سید عبداللطیف صاحب کو جو حکومت افغانستان میں عزت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے اور بڑے بڑے حکام ان کا تقویٰ اور دیانت دیکھ کر ان سے خلوص رکھتے تھے وہ کتب دیں۔ آپ نے ان کتابوں کو پڑھ کر یہ فیصلہ کر لیا کہ حضرت اقدس راستباز اور صادق ہیں اور اپنے ایک شاگرد کو مزید تحقیقات کے لئے بھیجا اور ساتھ ہی اجازت دی کہ وہ ان کی طرف سے بیعت بھی کر آئے۔ اس شاگرد کا نام مولوی عبدالرحمٰن تھا انہوں نے قادیان آ کر خود بھی بیعت کی اور مولوی عبداللطیف صاحب کی طرف سے بھی بیعت کی۔ اور پھر حضرت اقدس مسیح موعود کی کتب لے کر واپس افغانستان کو چلے گئے اور ارادہ کیا کہ پہلے کابل جائیں تا کہ وہاں اپنے بادشاہ تک بھی اس دعوت کو پہنچا دیں۔

ان کے کابل پہنچنے پر بعض کوتاہ اندیش بدخواہان حکومت نے امیر عبدالرحمٰن صاحب کو ان کے خلاف اکسایا اور کہا یہ شخص مرتد اور دائرہ دین سے خارج اور واجب القتل ہے اور ان کو دھوکا دے کر ان کے قتل کا فتویٰ حاصل کیا اور نہایت ظالمانہ طور پر ان کو قتل کر دیا اور وہ جو اپنے بادشاہ سے اس قدر پیار کرتا تھا کہ پیشتر اس کے کہ اپنے وطن کو جاتا پہلے اپنے بادشاہ کے پاس یہ خوشخبری لے کر پہنچا کہ خدا کا مسیح او رمہدی آ گیا ہے۔ اس کی محبت اور اس کے پیار کا

اس کو یہ بدلہ دیا گیا کہ اسے گردن میں کپڑا ڈال کر اور دم بند کر کے شہید کر دیا گیا مگر اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ تھا اس نے قریب بیس سال پہلے دو وفادار افراد اور رعایا کو بلا کسی قانون شکنی کے قتل کئے جانے کی خبر دیدی تھی اور اس خبر کو پورا ہو کر رہنا تھا۔ سو اس قتل کے ذریعے سے ان دو شخصوں میں سے جن کے قتل کی خبر دی گئی تھی ایک قتل ہو گیا۔

صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کی قربانی

اس واقعہ کے ایک دو سال کے بعد صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید حج بیت اللہ کے ارادے سے اپنے وطن سے روانہ ہوئے۔ چونکہ حضرت اقدس کی بیعت تو کر ہی چکے تھے ارادہ کیا کہ جاتے وقت آپ سے بھی ملتے جائیں چنانچہ اس ارادے سے قادیان تشریف لائے مگر یہاں آ کر اس سے پہلے جو کتابوں کے ذریعے سے سمجھا تھا بہت کچھ زیادہ دیکھا اور صفائی قلب کی وجہ سے نور الٰہی کی طرف ایسے جذب کئے گئے کہ حج کے ارادے کو ملتوی کر دیا اور قادیان ہی رہ گئے۔ چند ماہ کے بعد واپس وطن کو گئے اور فیصلہ کر لیا کہ اپنے بادشاہ کو بھی اس نعمت میں شریک کروں جو مجھے ملی ہے اور خوست پہنچتے ہی چار خط کابل کے چار درباریوں کے نام لکھے ان خطوط کے کابل پہنچنے پر جناب کے والد امیر حبیب اللہ خان صاحب والی ریاست کابل کو لوگوں نے بھڑکایا اور قسم قسم کے جھوٹے اتہام لگا کر ان کو اس بات پر آمادہ کر دیا کہ وہ ان کو پکڑوا کر اکابل بلوائیں۔ خوست کے گورنر کے نام حکم کیا اور صاحبزادہ عبداللطیف کابل حاضر کئے گئے۔ امیر صاحب نے آپ کو ملانوں کے سپرد کیا جنہوں نے کوئی قصور آپ کا ثابت نہ پایا مگر بعض لوگوں نے جن کو سلطنت کے مفاد کے مقابلے میں اپنی ذاتی خواہشات کا پورا کرنا زیادہ مدنظر ہوتا ہے امیر حبیب اللہ خان صاحب کو بھڑکایا کہ اگر یہ شخص چھوڑ دیا گیا اور لوگوں نے اس کا اثر قبول کر لیا تو لوگوں کے دلوں میں جہاد کا جوش سرد پڑ جائے گا اور حکومت کو نقصان پہنچے گا آخر ان کو سنگسار کئے جانے کا فتویٰ دیدیا گیا۔ امیر حبیب اللہ خان صاحب نے اپنے نزدیک ان کی خیر خواہی سمجھ کر ان کو کئی دفعہ توبہ کرنے کے لئے کہا۔ مگر انہوں نے یہی جواب دیا کہ میں تو دین پر ہوں توبہ کر کے کیا کافر ہو جاؤں میں کسی صورت میں بھی اس حق کو نہیں چھوڑ سکتا جسے میں نے سوچ سمجھ کر قبول کیا ہے۔ جب ان کے رجوع سے بالکل مایوسی ہو گئی تو ایک بڑی جماعت کے سامنے ان کو شہر سے باہر لے جا کر سنگسار کر دیا۔

یہ وفادار اپنے بادشاہ کا جان نثار چند خودغرض اور مطلب پرست سازشیوں کی سازش کا شکار ہوا اور انہوں نے امیر صاحب کو دھوکا دیا کہ ان کا زندہ رہنا ملک کے لئے مضر ہو گا حالانکہ یہ لوگ ملک کے لئے ایک پناہ ہوتے ہیں اور خدا ان کے ذریعے سے ملک کی بلائیں ٹال دیتا ہے۔ انہوں نے بادشاہ کے سامنے یہ امر پیش کیا کہ اگر یہ شخص زندہ رہا تو لوگ جہاد کے خیال سے سست ہو جائیں گے مگر یہ نہ پیش کیا کہ یہ شخص جس سلسلے میں ہے اس کی یہ بھی تعلیم ہے کہ جس حکومت کے ماتحت رہو اس کی کامل فرمانبرداری کرو۔ پس اس کی باتوں کی اشاعت سے افغانستان کی خانہ جنگیاں اور آپس کے اختلاف دور ہو کر سارے کا سارا ملک اپنے بادشاہ کا سچا جان نثار ہو جائے گا اور جہاں اس کا پسینہ بہے گا وہاں اپنا خون بہانے کے لئے تیار ہو گا اور یہ نہ بتایا کہ جس سلسلے سے یہ تعلق رکھتا ہے اس کی تعلیم یہ ہے کہ خفیہ سازشیں نہ کرو، رشوتیں نہ لو، جھوٹ نہ بولو اور منافقت نہ کرو اور نہ صرف تعلیم دی جاتی ہے بلکہ اس کی پابندی بھی کروائی جاتی ہے پس اگر اس کے خیالات کی اشاعت ہوئی تو ایک دم ملک کی حالت سدھر کر ہر طرح کی ترقیات شروع ہو جائیں گی۔ اسی طرح انہوں نے یہ نہ بتایا کہ یہ اس جہاد کا منکر ہے کہ غیر اقوام پر بلا ان کی طرف سے مذہبی دست اندازی کے حملہ کیا جائے اور دین کو بدنام کیا جائے نہ کہ اس حقیقی دفاعی جہاد کا جو خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور نہ ان سیاسی جنگوں کا جو ایک قوم اپنی ہستی کے قیام کے لئے دوسری اقوام سے کرتی ہے۔ اس کا تو صرف یہ عقیدہ ہے کہ بغیر اس کے کہ غیر اقوام کی طرف سے مذہبی دست اندازی ہو ان کے ساتھ جہاد کے نام پر جنگ نہیں کرنی چاہئے تا (دین) پر حرف نہ آئے۔ سیاسی فوائد کی حفاظت کے لئے اگر جنگ کی ضرورت پیش آئے تو بے شک جنگ کریں مگر اس کا نام جہاد نہ رکھیں۔ کیونکہ وہ فتح جس کے لئے (دین) کی نیک نامی کو قربان کیا جائے اس شکست سے بدتر ہے جس میں (دین) کی عزت کی حفاظت کر لی گئی ہو۔

خدا تعالیٰ کی قہری تجلی

غرض بلا وجہ اور امیر حبیب اللہ خان صاحب کو غلط واقعات بتا کر سید عبداللطیف صاحب کو شہید کرا دیا گیا اور اس طرح الہام کا پہلا حصہ مکمل طور پر پورا ہو گیا کہ شاتان تذبحان اس جماعت کے دو نہایت وفادار اور اطاعت گزار آدمی باوجود ہر طرح بادشاہ وقت کے فرمانبردار ہونے کے ذبح کر دئے جائیں گے اور وہ حصہ پورا ہونا باقی رہ گیا کہ اس واقعہ کے بعد اس سرزمین پر عام تباہی آئے گی اور اس کے پورا ہونے میں بھی دیر نہیں لگی۔ ابھی صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کی شہادت پر ایک ماہ بھی نہ گزرا تھا کہ کابل میں سخت ہیضہ پھوٹا اور اس کثرت سے لوگ ہلاک ہوئے کہ بڑے اور چھوٹے اس مصیبت ناگہانی سے گھبرا گئے اور لوگوں کے دل خوف زدہ ہو گئے اور عام طور پر لوگوں نے محسوس کر لیا کہ یہ بلا اس سید مظلوم کی وجہ سے ہم پر پڑی ہے جیسا

کہ ایک بے تعلق شخص مسٹر اے فرنک مارٹن جو کئی سال تک افغانستان کی حکومت میں انجینئر انچیف کے عہدے پر ممتاز رہ چکے ہیں کی اس شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو انہوں نے اپنی کتاب مسمّٰی بہ ''انڈر دی ابسولیٹ امیر'' میں بیان کی ہے۔ یہ ہیضہ بالکل غیر مترقبہ تھا۔ کیونکہ افغانستان میں ہیضے کے پچھلے دوروں پر نظر کرتے ہوئے ابھی اور چار سال تک اس قسم کی وباء نہیں پھوٹ سکتی تھی۔ پس یہ ہیضہ اللہ تعالیٰ کا ایک خاص نشان تھا جس کی خبر وہ اپنے مامور کو قریباً اٹھائیس سال پہلے دے چکا تھا اور عجیب بات یہ ہے کہ اس پیشگوئی کی مزید تقویت کے لئے اس نے صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کو بھی اس امر کی اطلاع دے دی تھی چنانچہ انہوں نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ میں اپنی شہادت کے بعد ایک قیامت کو آتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ اس ہیضے کا اثر کابل کے ہر گھرانے پر پڑا۔ جس طرح عوام الناس اس حملے سے محفوظ نہ رہے امراء بھی محفوظ نہ رہے اور ان گھرانوں میں بھی اس نے ہلاکت کا دروازہ کھول دیا جو ہر طرح کے حفظان صحت کے سامان مہیا رکھتے تھے اور وہ لوگ جنہوں نے شہید سید کے سنگسار کرنے میں خاص حصہ لیا تھا خاص طور پر پکڑے گئے اور بعض خود مبتلا ہوئے اور بعض کے نہایت قریبی رشتہ دار ہلاک ہوئے۔

غرض ایک لمبے عرصے کے بعد اللہ تعالیٰ کا کلام لفظاً لفظاً پورا ہوا اور اس نے اپنے قہری نشانوں سے اپنے مامور کی شان کو ظاہر کیا اور صاحب بصیرت کے لئے ایمان لانے کا راستہ کھول دیا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اس قسم کی پیشگوئی کرنا کسی انسان کا کام ہے۔ کونسا انسان اس حالت میں جب کہ اس پر ایک شخص بھی ایمان نہیں لایا یہ خبر شائع کر سکتا تھا کہ اس پر کسی زمانے میں کثرت سے لوگ ایمان لے آئیں گے حتیٰ کہ اس کا سلسلہ اس ملک سے نکل کر باہر کے ممالک میں پھیل جائے گا اور پھر وہاں اس کے دو مرید صرف اس پر ایمان لانے کی وجہ سے نہ کہ کسی اور جرم کے سبب سے شہید کئے جاویں گے اور جب ان دونوں کی شہادت ہو چکے گی تو اللہ تعالیٰ اس علاقے پر ایک ہلاکت نازل کرے گا جو ان کے لئے قیامت کا نمونہ ہوگی اور بہت سے لوگ اس سے ہلاک ہوں گے۔ اگر بندہ بھی اس قسم کی خبریں دے سکتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے کلام اور بندوں کے کلام میں فرق کیا رہا؟

میں اس جگہ اس شبہ کا ازالہ کر دینا پسند کرتا ہوں کہ الہام میں لفظ کل من علیھا (-) ہے یعنی اس سرزمین کے سب لوگ ہلاک ہو جائیں گے لیکن سب لوگ ہلاک نہ ہوئے کچھ لوگ ہلاک ہوئے اور بہت سے بچ گئے۔ اصل بات یہ ہے کہ عربی زبان کے محاورے میں کل کا لفظ کبھی عمومیت کے لئے اور کبھی بعض کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے ضروری نہیں کہ اس لفظ کے معنی جمع کے ہی ہوں۔ چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے کہ مکھی کو اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ کلی من کل الثمرات حالانکہ ہر مکھی سارے پھلوں کو نہیں کھاتی۔ پس اس کے معنے یہی ہیں کہ پھلوں میں سے بعض کو کھا۔ اسی طرح ملکہ سبا کے متعلق فرماتا ہے کہ واوتیت من کل شیء اس کو ہر ایک چیز دی گئی تھی حالانکہ وہ دنیا کے ایک مختصر علاقہ کی بادشاہ تھی۔ پس اس آیت کے یہی معنے ہیں کہ دنیا کی نعمتوں میں سے کچھ اس کو دی تھیں۔ ہاں یہ ضروری ہوتا ہے کہ جب کل کا لفظ بولا جائے تو وہ اپنے اندر ایک عمومیت رکھتا ہو اور کل افراد میں سے ایک نمایاں حصہ اس میں آ جائے اور یہ دونوں باتیں وبائے ہیضہ میں جو شہید مرحوم کی شہادت کے بعد کابل میں پڑی پائی جاتی تھیں۔ ہر ایک جان اس کے خوف سے لرزاں تھی اور ایک بڑی تعداد آدمیوں کی اس کے ذریعے ہلاک ہوئی حتیٰ کہ ایک انگریز مصنف جو اس الہام کی حقیقت سے بالکل ناواقف تھا اسے بھی اپنی کتاب میں اس ہیضے کا خاص طور پر نمایاں کر کے ذکر کرنا پڑا۔

دوسرا اعتراض یہ کیا جا سکتا ہے کہ الہام میں لفظ تذبحان کا ہے مگر ان دونوں مقتولوں میں ایک تو گلا گھونٹ کر مارا گیا اور دوسرے صاحب سنگسار کئے گئے۔ پس یہ بات درست نہ نکلی کہ دو آدمی ذبح کئے گئے یہ اعتراض بھی قلت تدبر اور قلت معرفت کا ہی نتیجہ ہو سکتا ہے کیونکہ ذبح کے معنی عربی زبان میں ہلاک کرنے کے بھی ہوتے ہیں خواہ کسی طرح ہلاک کیا جائے اور قرآن کریم میں متعدد جگہ پر یہ محاورہ استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کے واقعہ میں آتا ہے کہ (۔) تمہارے لڑکوں کو وہ ذبح کرتے تھے اور لڑکیوں کو زندہ رکھتے تھے حالانکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ فرعونی لوگ لڑکوں کو ذبح نہیں کرتے تھے بلکہ پہلے تو دائیوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ بچوں کو ماردیں مگر جب انہوں نے رحم دلی سے کام لیا تو دریا میں پھینکنے کا حکم فرعون نے دیا تاج العروس میں ہے الذبح الھلاك ذبح کے معنے ہلاک کر دینے کے بھی ہوتے ہیں۔ پس یہ اعتراض کرنا درست نہ ہوگا کہ سید عبداللطیف صاحب سنگسار کئے گئے تھے ذبح نہیں کئے گئے۔ کیونکہ ذبح کا لفظ ہلاک کر دینے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے خواہ کسی طریق پر ہلاک کیا جائے۔

(دعوۃ الامیر۔ انوار العلوم جلد 7 ص 517 تا 523)

سوسال پہلے

شہید افغانستان

حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف رضی اللہ عنہ

(شہادت 14 ؍جولائی 1903ء)

(ذیل کامضمون مکرم سید میر مسعود احمد صاحب مرحوم کے تحقیقی مضمون " شیخ عجم حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحبؓ شہید افغانستان کے سوانح حیات" مطبوعہ ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کی تلخیص ہے۔ بشکریہ الفضل انٹر نیشنل)

حضرت صاحبزادہ صاحب افغانستان کے صوبہ پکتیا کے علاقہ خوست کے رہنے والے تھے۔آپ کے گاؤں کا نام سید گاہ ہے جو دریائے شمل کے کنارہ پر آباد ہے۔

پکتیا میں چند گاؤں آپ کی ملکیت تھے۔ زرعی ارضی کا رقبہ سولہ ہزار کنال تھا۔اس میں باغات اور پن چکیاں بھی تھیں۔اس کے علاوہ ضلع بنوں میں بھی بہت سی زمین تھی۔آپ کے والد صاحب کا نام سید محمد شریف تھا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا شجرۂ نسب تو جل کر ضائع ہو گیا لیکن میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ ہم حضرت سید علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش ؒ کی اولاد ہیں۔

ہمارے آباء دہلی کے بادشاہوں کے قاضی ہوتے تھے۔خاندان کی ایک بڑی لائبریری تھی جس کی قیمت نولاکھ روپیہ بتائی جاتی ہے۔جب ہمارے بزرگوں نے حکومت میں عہدے حاصل کر لئے تو ان کی توجہ کتب خانہ کی طرف نہ رہی اور یہ کتابیں ضائع ہوگئیں۔میرا اپنا یہ حال ہے کہ جائیداد چونکہ مجھے ورثہ میں ملی ہے اس لئے اسے رکھنے پر مجبور ہوں ورنہ میرا دل دولت کو پسند نہیں کرتا۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے کہ صاحبزادہ صاحب کی عمر 50 سال کی تھی۔ حضورؑ فرماتے ہیں:

" قریباً پچاس برس کی عمر تک تنعم اور آرام میں زندگی بسر کی تھی"۔

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 51)

حضرت صاحبزادہ صاحب کی شہادت 1903ء میں ہوئی اس طرح ان کا سن پیدائش 1853ء بنتا ہے۔ جناب قاضی محمد یوسف صاحب مرحوم امیر جماعت احمدیہ صوبہ سرحد نے 1902ء کے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر قادیان میں حضرت صاحبزادہ کو دیکھا تھا۔وہ لکھتے ہیں:

" حضرت شہید مرحوم کا قدر درمیانہ تھا۔ریش مبارک بہت گھنی نہ تھی۔بال اکثر سیاہ تھے اور ٹھوڑی پر کچھ کچھ سفید تھے"۔

حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف نے ہندوستان میں مندرجہ ذیل مقامات پر علوم مروجہ کی تعلیم حاصل کی:

امرتسر، لکھنؤ، دیوبند اور ضلع پشاور۔ان جگہوں پر ان کا مجموعی قیام کئی سال رہا۔حضرت صاحبزادہ صاحب عربی ، فارسی ، پشتو اور اردو زبان جانتے تھے۔

تحصیل علم کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب اپنے وطن واپس آگئے اور سید گاہ میں قیام کر کے علوم دینیہ کی تعلیم وتدریس، اصلاح احوال، قیام سنت نبوی ﷺ اور تربیت خلق میں مصروف ہوگئے۔اس وقت وہاں کے رواج کے مطابق ان کی سوتیلی مائیں ان کے آبائی گھر میں بیوگی کی حالت میں اپنا وقت گزار رہی تھیں۔ان کو کہیں آنے جانے کی اجازت نہ تھی۔ پہلا کام آپ نے یہ کیا کہ ان سے کہا کہ اگر وہ شادی کرنا چاہیں تو کر سکتی ہیں اور اگر اپنے گھروں کو جانا چاہیں تو جتنا سامان چاہیں ساتھ لے کر جاسکتی ہیں، ان کی طرف سے اجازت ہے۔اس پر وہ اپنی خواہش کے مطابق رخصت ہوگئیں۔

جب آپ کی برادری کے لوگوں کو اس کا علم ہوا تو وہ آپ سے ناراض ہوئے اور کہا کہ آپ نے تو ہماری ناک کاٹ ڈالی ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ اگر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے دین پر عمل کرنے سے ناک کٹتی ہے تو کٹے، مجھے ایسی ناک کی ضرورت نہیں۔

آپ کی وجاہت اور بلند علمی وروحانی مقام

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

" وہ امیر کابل کی نظر میں ایک برگزیدہ عالم اور تمام علماء کے سردار سمجھے جاتے تھے"۔

(تذکرۃ الشہادتین۔روحانی خزائن جلد 20 مطبوعہ لندن صفحہ 10)

اسی طرح فرمایا:

" یہ بزرگ معمولی انسان نہیں تھا بلکہ ریاست کابل میں کئی لاکھ کی ان کی اپنی جاگیر تھی اور انگریزی عملداری میں بھی بہت سی زمین تھی اور طاقت علمی اس

درجہ تک تھی کہ ریاست نے تمام مولویوں کا ان کو سردار قرار دیا تھا۔ وہ سب سے زیادہ عالم، علم قرآن اور حدیث اور فقہ میں سمجھتے جاتے تھے۔ اور نئے امیر کی دستار بندی کی رسم بھی انہیں کے ہاتھ سے ہوتی تھی۔......... ریاست کابل میں پچاس ہزار کے قریب ان کے معتقد اور ارادتمند ہیں جن میں سے بعض ارکان ریاست بھی تھے۔ غرض یہ بزرگ ملک کابل میں ایک فرد تھا۔ اور کیا علم کے لحاظ سے سے اور کیا تقویٰ کے لحاظ سے اور کیا جاہ اور مرتبہ کے لحاظ سے اور کیا خاندان کے لحاظ سے اس ملک میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا اور علاوہ مولوی کے خطاب کے صاحبزادہ اور اخون زادہ اور شاہزادہ کے لقب سے اس ملک میں مشہور تھے اور شہید مرحوم ایک بڑا کتب خانہ حدیث اور تفسیر اور فقہ اور تاریخ کا اپنے پاس رکھتے تھے اور نئی کتابوں کے خریدنے کے لئے ہمیشہ حریص تھے اور ہمیشہ درس تدریس کا شغل جاری تھا اور صدہا آدمی ان کی شاگردی کا فخر حاصل کر کے مولویت کا خطاب پاتے تھے۔ لیکن باایں ہمہ کمال یہ تھا کہ بے نفسی اور انکسار میں اس مرتبہ تک پہنچ گئے تھے کہ جب تک انسان فنافی اللہ نہ ہو یہ مرتبہ نہیں پا سکتا۔ ہر ایک شخص کسی قدر شہرت اور علم سے محجوب ہو جاتا ہے اور اپنے تئیں کچھ چیز سمجھنے لگتا ہے اور وہی علم اور شہرت حق طلبی سے اس کو مانع ہو جاتی ہے۔ مگر یہ شخص ایسا بے نفس تھا کہ باوجودیکہ ایک مجموعہ فضائل کا جامع تھا مگر تب بھی کسی حقیقت حقہ کے قبول کرنے سے اس کو اپنی علمی اور عملی اور خاندانی وجاہت مانع نہیں ہو سکتی تھی''۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 مطبوعہ لندن صفحہ 46،47)

جناب قاضی محمد یوسف صاحب کا بیان ہے کہ امیر عبدالرحمٰن خان نے آپ کے متعلق ایک فرمان میں اپنے قلم سے لکھا ہے کہ کاش افغانستان میں آپ جیسے ایک دو عالم اور بھی ہوتے اور خوست کے تمام خوانین، وکلاء اور معتبرین کا آپ کے متعلق اقرار نامہ موجود ہے کہ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کو ہم پر ہر لحاظ سے فوقیت حاصل ہے اور انہیں ہم اپنا سرکردہ تسلیم کرتے ہیں۔

سید احمد نور بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کو کئی ہزار حدیثیں یاد تھیں۔ امیر عبدالرحمٰن خان بھی اس بات کا معترف تھا کہ ہمارے ملک میں آپ ہی ایسے عالم باعمل ہیں جن کو اتنی حدیثیں یاد ہیں۔

☆☆☆☆☆

مصلح کے ظہور کا انتظار

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''جب وہ میرے پاس پہنچا تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ کن دلائل سے آپ نے مجھے شناخت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ سب سے پہلے قرآن ہے جس نے آپ کی طرف میری رہبری کی اور فرمایا کہ میں ایک ایسی طبیعت کا آدمی تھا کہ پہلے سے فیصلہ کر چکا تھا کہ یہ زمانہ جس میں ہم ہیں اس زمانہ کے اکثر مسلمان اسلامی روحانیت سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ وہ اپنی زبانوں سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے مگر ان کے دل مومن نہیں۔ اور ان کے اقوال اور افعال بدعت اور شرک اور انواع واقسام کی معصیت سے پر ہیں۔ ایسا ہی بیرونی حملے بھی انتہا کو پہنچ گئے ہیں۔ اور اکثر دل تاریک پردوں میں ایسے بے حس و حرکت ہیں کہ گویا مر گئے ہیں اور وہ دین اور تقویٰ جو آنحضرت ﷺ لائے تھے، جس کی تعلیم صحابہ رضی اللہ عنہم کو دی گئی تھی اور وہ صدق اور یقین جو اس پاک جماعت کو ملا تھا بلاشبہ اب وہ بباعث کثرت غفلت کے مفقود ہے اور شاذونادر حکم معدوم کا رکھتا ہے۔ ایسا ہی میں دیکھ رہا تھا کہ اسلام ایک مردہ کی حالت میں ہو رہا ہے اور اب وہ وقت آ گیا ہے کہ پردۂ غیب سے کوئی منجانب اللہ مجدد دین پیدا ہو۔ بلکہ میں روز بروز اس اضطراب میں تھا کہ وقت تنگ ہوتا جاتا ہے۔ انہی دنوں میں یہ آواز میرے کانوں تک پہنچی کہ ایک شخص نے قادیان ملک پنجاب میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 مطبوعہ لندن صفحہ 10-11)

سید احمد نور صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحبزادہ صاحب بڑے محقق انسان تھے۔ آپ ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ یہ زمانہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس وقت کوئی مصلح مبعوث کیا جائے۔

☆☆☆☆☆

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی اطلاع ملنا اور حضرت صاحبزادہ صاحب کا بلاتوقف ایمان لانا

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جب خدا تعالیٰ نے زمانہ کی موجودہ حالت کو دیکھ کر اور زمین کو طرح طرح کے فسق اور معصیت اور گمراہی سے بھرا ہوا پا کر مجھے تبلیغ حق اور اصلاح کے لئے مامور فرمایا۔......... بذریعہ وحی الٰہی میرے پر بتصریح کھولا گیا کہ وہ مسیح جو اس امت کے لئے ابتداء سے موعود تھا اور وہ آخری مہدی جو تنزل اسلام کے وقت اور گمراہی کے پھیلنے کے زمانہ میں براہ راست خدا سے ہدایت پانے والا اور اس آسمانی فائدہ کو نئے سرے انسانوں کے آگے پیش کرنے والا تقدیر الٰہی میں مقدر کیا گیا تھا۔ جس کی بشارت آج سے تیرہ سو برس پہلے رسول کریم ﷺ نے دی تھی وہ میں ہی ہوں......''

پھر فرمایا:۔

''انہی دنوں میں جبکہ متواتر یہ وحی خدا کی مجھ پر ہوئی اور نہایت زبردست اور قوی نشان ظاہر ہوئے اور میرا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا دلائل کے ساتھ دنیا میں شائع ہوا تو خوست علاقہ حدود کابل میں ایک بزرگ تک جن کا نام اخوندزادہ مولوی عبداللطیف ہے کسی اتفاق سے میری کتابیں پہنچیں.......... چونکہ وہ بزرگ نہایت پاک باطن اور اہل علم اور اہل فراست اور خداترس اور تقویٰ شعار تھے اس لئے ان کے دل پر ان دلائل کا قوی اثر ہوا اور ان کو اس دعویٰ کی تصدیق میں کوئی دقت پیش نہ آئی اور ان کی پاک کانشنس نے بلا توقف مان لیا کہ یہ شخص من جانب اللہ ہے اور یہ دعویٰ صحیح ہے۔ تب انہوں نے میری کتابوں کو نہایت محبت سے دیکھنا شروع کیا اور ان کی روح جو نہایت صاف اور مستعد تھی میری طرف کھینچی گئی۔ یہاں تک کہ ان کے لئے بغیر ملاقات کے دور بیٹھے رہنا نہایت دشوار ہوگیا۔

.... جب وہ میرے پاس پہنچا تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ کن دلائل سے آپ نے مجھے شناخت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ سب سے پہلے قرآن ہے جس نے آپ کی طرف میری رہبری کی.......... میں دیکھ رہا تھا کہ اسلام ایک مردہ کی حالت میں ہو رہا ہے اور اب وہ وقت آ گیا ہے کہ پردۂ غیب سے کوئی منجانب اللہ مجدددین پیدا ہو.......... انہیں دنوں میں یہ آواز میرے کانوں تک پہنچی کہ ایک شخص نے قادیان ملک پنجاب میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور میں نے بڑی کوشش سے چند کتابیں آپ کی تالیف کردہ بہم پہنچائیں اور انصاف کی نظر سے ان پر غور کر کے پھر قرآن کریم پر ان کو عرض کیا تو قرآن شریف کو ان کے ہر ایک بیان کا مصدق پایا''

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 مطبوعہ لندن صفحہ 3 تا 11)

غالباً 1897ء کا واقعہ ہے کہ حضرت صاحبزادہ نے اپنی بیعت کا خط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بھجوایا اور بعض تحائف بھی حضور کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے ارسال کئے۔ آپ کے بعض شاگردوں نے بھی اپنی بیعت کے خطوط لکھے اور ارسال کئے۔ ان میں مولوی عبدالستار خان صاحب، سید حکیم صاحب، سید احمد نور صاحب اور مولوی سید غلام محمد صاحب شامل تھے۔

قادیان میں آمد اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''وہ اجازت حاصل کر کے قادیان میں پہنچے اور جب مجھ سے ان کی ملاقات ہوئی تو قسم ہے اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے ان کو اپنی پیروی اور اپنے دعویٰ کی تصدیق میں ایسا فنا شدہ پایا کہ جس سے بڑھ کر انسان کے لئے ممکن نہیں اور جیسا کہ ایک شیشہ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ ایسا ہی میں نے ان کو اپنی محبت سے بھرا ہوا پایا اور جیسا کہ ان کا چہرہ نورانی تھا ایسا ہی ان کا دل مجھے نورانی معلوم ہوتا تھا''۔

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 10)

اخبار البدر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب 18 نومبر 1902 کو قادیان پہنچے تھے اور ظہر وعصر کی نماز کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''سعادت ازلی مولوی صاحب ممدوح کو کشاں کشاں قادیان میں لے آئی اور چونکہ وہ ایک انسان روشن ضمیر اور بے نفس اور فراست صحیحہ سے پورا حصہ رکھتا تھا اور علم حدیث اور علم قرآن سے ایک وہبی طاقت ان کو نصیب تھی اور کئی رؤیائے صالحہ بھی وہ میرے بارے میں دیکھ چکے تھے اس لئے چہرہ دیکھتے ہی مجھے انہوں نے قبول کر لیا اور کمال انشراح سے میرے دعویٰ مسیح موعود ہونے پر ایمان لائے اور جاں نثاری کی شرط پر بیعت کی۔ اور ایک ہی صحبت میں ایسے ہو گئے کہ گویا سال ہا سال تک میری صحبت میں تھے اور نہ صرف اس قدر بلکہ الہام الٰہی کا سلسلہ بھی ان پر جاری ہو گیا اور واقعات صحیحہ ان پر وارد ہونے لگے اور ان کا دل ماسوی اللہ کے بقایا سے بکلی دھویا گیا۔ پھر وہ اس جگہ سے معرفت اور محبت الٰہیہ سے معمور ہو کر واپس وطن کی طرف گئے''۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 329، 330)

قیام قادیان کے بعض حالات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''وہ کئی مہینہ تک میرے پاس رہے اور اس قدر ان کو میری باتوں میں دلچسپی پیدا ہوئی کہ انہوں نے میری باتوں کو حج پر ترجیح دی اور کہا کہ میں اس علم کا محتاج ہوں جس سے ایمان قوی ہو اور علم عمل پر مقدم ہے سو میں نے ان کو مستعد پا کر جہاں تک میرے لئے ممکن تھا اپنے معارف ان کے دل میں ڈالے''۔

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ 10 روحانی خزائن جلد 20 مطبوعہ لندن صفحہ 11، 12)

''وہ بار بار کہتے تھے کہ کیسے نادان وہ لوگ ہیں جن کا خیال ہے کہ مسیح موعودؑ کی پیشگوئی صرف حدیثوں میں ہے حالانکہ جس قدر قرآن شریف سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰؑ فوت ہو گیا اور مسیح موعودؑ اسی امت میں سے آنے والا ہے اس قدر ثبوت حدیثوں سے نہیں ملتا۔ غرض خدا تعالیٰ نے ان کے دل کو حق الیقین سے پر کر دیا تھا اور وہ پوری معرفت سے اس طرح پر مجھے شناخت کرتے تھے جس طرح درحقیقت

ایک شخص کو آسمان سے اترنا مع فرشتوں کے دیکھا جاتا ہے۔‘‘

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 مطبوعہ لندن صفحہ 39)

’’مولوی صاحبزادہ عبداللطیف صاحب جب قادیان میں آئے تو صرف ان کو یہی فائدہ نہ ہوا کہ انہوں نے مفصل طور پر میرے دعویٰ کے دلائل سنے بلکہ ان چند مہینوں کے عرصہ میں جو وہ قادیان میرے پاس رہے اور ایک سفر جہلم تک بھی میرے ساتھ کیا۔ بعض آسمانی نشان بھی میری تائید میں انہوں نے مشاہدہ کئے۔ ان تمام براہین اور انوار خوارق کے دیکھنے کی وجہ سے وہ فوق العادت یقین سے بھر گئے اور طاقت بالا ان کو کھینچ کر لے گئی‘‘۔

(تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد 20 مطبوعہ لندن صفحہ 45)

سید احمد نورؓ کا کرتے بیان ہے کہ:

’’حضرت صاحبزادہ صاحب چند ماہ قادیان میں ٹھہرے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ سیر کو بھی جایا کرتے تھے۔ جب واپس آتے اور حضورؑ اپنے گھر تشریف لے جاتے تو حضرت صاحبزادہ صاحب فوری طور پر اپنے کپڑوں سے گرد و غبار صاف نہیں کرتے تھے جو سیر کے دوران ان پر پڑ جاتا تھا بلکہ کچھ عرصہ انتظار کرتے تھے اور جب ان کو اندازہ ہو جاتا کہ اب حضور نے اپنا لباس صاف کر لیا ہو گا تب اپنے کپڑوں سے گرد جھاڑتے تھے‘‘

(شہید مرحوم کے چشم دید واقعات حصہ اول صفحہ 7،6)

قادیان میں قیام کے دوران حضرت صاحبزادہ صاحب نے حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ سے درخواست کر کے حدیث بخاری کے دو تین صفحے پڑھے اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ میں نے اس لئے کیا کہ میں حضرت مولانا کے شاگردوں میں شامل ہو جاؤں کیونکہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلیفہ اول ہوں گے۔

مولوی عبدالستار خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے ان سے فرمایا کہ قادیان شریف میں وہی آرام سے رہتا ہے جو درود شریف بہت پڑھتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اہل بیت سے محبت رکھتا ہے۔ مسجد مبارک میں اللہ تعالیٰ نے مکہ اور مدینہ کی برکتیں نازل کی ہیں۔ جب منارۃ المسیح مکمل ہو جائے گا تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کمالات اور فیضان کا نزول ہو گا۔

ایک روز حضرت صاحبزادہ صاحب کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ ملائکہ نے میرے سبب بہت سے لوگوں کو قتل کیا ہے۔ میں کیا کروں میں نے تو کسی کو قتل نہیں کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’ایک صریح وحی الٰہی صاحبزادہ مولوی عبداللطیف صاحب مرحوم کی نسبت ہوئی تھی جبکہ وہ زندہ تھے بلکہ قادیان میں ہی موجود تھے........ جو مولوی صاحب کے مارے جانے کے بارے میں ہے اور وہ یہ ہے کہ ’’قُتِلَ خَیْبَۃً وَ زِیْدَ ھَیْبَۃً‘‘۔ یعنی ایسی حالت میں مارا گیا کہ اس کی بات کو کسی نہ سنا اور اس کا مارا جانا ایک ہیبت ناک امر تھا یعنی لوگوں کو بہت ہیبت ناک معلوم ہوا اور اس کا بڑا اثر دلوں پر ہوا‘‘۔

(تذکرۃ الشہادتین حاشیہ۔ روحانی خزائن جلد 20 مطبوعہ لندن صفحہ 75)

☆☆☆☆☆

حضرت صاحبزادہ صاحب کی قادیان سے افغانستان کو واپسی

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’مولوی صاحب خوست علاقہ کابل سے قادیان آکر کئی مہینہ میرے پاس اور میری صحبت میں رہے۔ پھر بعد اس کے جب آسمان پر یہ امر قطعی طور پر فیصلہ پا چکا کہ وہ درجہ شہادت پاویں تو اس کے لئے یہ تقریب پیدا ہوئی کہ وہ مجھ سے رخصت ہو کر اپنے وطن کی طرف واپس تشریف لے گئے‘‘۔

(تذکرۃ الشہادتین حاشیہ۔ روحانی خزائن جلد 20 مطبوعہ لندن صفحہ 49)

اسی طرح فرمایا: ’’اور عجیب بات یہ ہے کہ ان کے بعض شاگرد بیان کرتے ہیں کہ جب وہ وطن کی طرف روانہ ہوئے تو بار بار کہتے تھے کہ کابل کی زمین اپنی اصلاح کے لئے میرے خون کی محتاج ہے‘‘۔

(تذکرۃ الشہادتین حاشیہ۔ روحانی خزائن جلد 20 مطبوعہ لندن صفحہ 54،53)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب مع ایک گروہ کثیر الوداع کہنے کے لئے دور تک بٹالہ کی سڑک پر تشریف لے گئے۔ آخر جب وہ حضرت صاحبزادہ صاحب رخصت ہونے لگے تو وہ سڑک پر حضور کے قدموں میں گر پڑے اور جدائی کے غم کے مارے ان کی چیخیں نکل گئیں اور زار زار رونے لگے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کو بڑی مشکل سے اٹھایا اور تسلی دی اور رخصت کیا۔

☆☆☆☆☆

حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ جب صاحبزادہ صاحب واپس افغانستان جانے لگے تو وہ کہتے تھے کہ میرا دل یہ کہتا ہے کہ میں اب زندہ نہیں رہوں گا۔ میری موت آن پہنچی ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس ملاقات کو آخری ملاقات سمجھتے تھے۔ رخصت ہوتے وقت وہ حضور کے قدموں میں گر کر زار زار رونے لگے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں اٹھنے کے لئے کہا اور فرمایا کہ ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ مگر وہ حضور کے قدموں پر گرے رہے۔ آخر آپؑ نے فرمایا اَلْاَمْرُ فَوْقَ

الادب۔ اس پر وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور بڑی حسرت کے ساتھ رخصت ہوئے۔

وطن میں آمد اور رشتہ داروں کو تبلیغ

جب حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب اپنے گاؤں سید گاہ کے قریب پہنچے تو آپ کے عزیز و اقارب نے بڑی خوشی کا اظہار کیا کہ صاحبزادہ صاحب حج کر کے واپس آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں حج سے نہیں آیا بلکہ قادیان سے آیا ہوں جہاں ایک مقبول الٰہی مستجاب الدعوات شخصیت ہے جس نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور آپ لوگوں کو یہ خبر دیتا ہوں کہ وہ اپنے دعویٰ میں صادق ہے اس کا انکار نہ کرو بلکہ اسے تسلیم کر کے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جاؤ اور اس کی رحمتوں کے مورد اور وارث بن جاؤ۔ اس پر آپ کے رشتہ دار ناراض ہو گئے اور کہنے لگے اس شخص کی بابت ہم کو خبر ملی ہے کہ وہ کافر ہے (نعوذ باللہ) اور اس کے پیرو بھی۔ قادیان جانا بھی کفر ہے۔ آپ ان باتوں سے باز آ جائیں ورنہ اگر یہ امیر حبیب اللہ خان کے علم میں آیا تو وہ ہم سب کو قتل کروا دے گا۔

آپ نے فرمایا کہ مناسب ہے کہ تم یہ ملک چھوڑ کر بنوں چلے جاؤ وہاں ہماری زمین بھی ہے۔ یہ امر تمہارے لئے اس سے بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مامور کا انکار کرو ورنہ میں تمہارے لئے ایک ایسی بلا لایا ہوں کہ کبھی بھی تم اس سے بچ نہیں سکتے۔ میں تو اس بات سے ہرگز نہیں ٹلوں گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے مجھے اس کا پہنچانا لازم ہے۔ میں نے اپنا نفس، اپنا مال اور اپنی اولاد اس راہ میں دے دی ہے اور تم دیکھ لو گے کہ میں اور میرے اہل و عیال کس طرح اس راہ میں فدا ہوتے ہیں لیکن وہ لوگ آپ کی بات نہ مانتے اور انکار کرتے رہے۔

☆☆☆☆☆

علی الاعلان تبلیغ کا آغاز

حضرت صاحبزادہ صاحب کی واپسی کی خبر سن کر اس علاقہ کے رؤسا آپ کو ملنے آئے۔ آپ نے انہیں بتایا کہ میں اس سال حج نہیں کر سکا بلکہ حج کو جاتے ہوئے ہندوستان میں ایک مقام قادیان میں گیا تھا وہاں ایک شخص نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس کا فرمان ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوں اور اس نے مجھے اس زمانہ کی اصلاح کے لئے بھیجا ہے۔ میرا آنا خدا اور اس کے رسول ؐ کی پیشگوئی کے مطابق ہے۔ میں وقت مقررہ پر آیا ہوں۔ اسے دیکھا اور اس کے حالات معلوم کئے۔ اس کے تمام اقوال اور افعال قرآن مجید کے مطابق ہیں اور اس کا دعویٰ سچا ہے۔ تمہیں چاہئے کہ اس کو مان لو اس سے تمہیں فائدہ ہوگا۔ اگر نہ مانو تو تمہارا اختیار ہے میں تو مان چکا ہوں۔ اس پر حاضرین نے کہا کہ صاحبزادہ صاحب آپ یہ باتیں نہ کریں اس سے پہلے امیر عبدالرحمٰن خان نے ان باتوں کو پسند نہیں کیا تھا اور مولوی عبدالرحمٰن خان کو قتل کروا دیا تھا۔

حضرت صاحبزادہ نے فرمایا کہ تمہارے دو خدا ہیں۔ جتنا خدا سے ڈرنا چاہئے اتنا تم امیر سے ڈرتے ہو۔ کیا میں خدا کے حکم کو امیر سے ڈر کر نہ مانوں؟ کیا قرآن سے توبہ کر لوں یا حدیث سے دستبردار ہو جاؤں۔ اگر میرے سامنے دوزخ بھی آ جائے تو اس بات سے ہرگز باز نہیں آؤں گا۔

خوست کے حاکم نے بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ یہ باتیں نہ کریں لیکن آپ دلیری سے اپنے موقف پر قائم رہے۔

سرداران کابل کو تبلیغی خطوط

حضرت صاحبزادہ صاحب نے سید گاہ سے سرداران کابل کو پانچ تبلیغی خطوط تحریر کئے ان میں سے ایک خط مستوی الملک بریگیڈیئر مرزا محمد حسین خان کوتوال کے نام تھا۔ دوسرا سردار شاہ غاصی عبدالقدوس خان اعتماد الدولہ کو لکھا۔ تیسرا مرزا عبدالرحیم خان دفتری کو۔ چوتھا حاجی باشی شاہ محمد کو اور پانچواں خط قاضی القضاۃ عبدالعزیز کے نام تھا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کی گرفتاری

حضرت صاحبزادہ صاحب نے جو خطوط سرداران کابل کے نام بھجوائے تھے وہ تمام امیر حبیب اللہ خان اور سردار نصر اللہ خان کو پہنچا دیئے گئے۔ امیر نے اپنے بااعتماد مولویوں کو بلا کر دکھائے اور ان کی رائے دریافت کی تو انہوں نے عرض کہ یہ مدعی جس کا ان خطوط میں ذکر ہے آدھا قرآن مانتا ہے اور آدھا نہیں مانتا اس لئے (نعوذ باللہ) کافر ہے اور جو شخص اسے مانتا ہے وہ بھی کافر اور مرتد ہے۔ اور اگر مولوی عبداللطیف صاحب کو ڈھیل دی گئی تو خطرہ ہے کہ اور بہت سے لوگ مرتد ہو جائیں گے۔

چنانچہ امیر حبیب اللہ خان نے خوست کے حاکم کے نام حکم جاری کیا کہ صاحبزادہ صاحب کو گرفتار کر کے پچاس سواروں کی حفاظت میں کابل بھجوا دیا جائے۔ اس دوران انہیں کوئی ملنے نہ آئے اور نہ ان سے کلام کرے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

''جب گھر میں تھے اور ابھی گرفتار نہیں ہوئے تھے اور نہ اس واقعہ کی کچھ خبر تھی اپنے دونوں ہاتھوں کو مخاطب کر کے فرمایا اے میرے ہاتھو! کیا تم ہتھکڑیوں کی برداشت کر لو گے۔ ان کے گھر کے لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا بات آپ کے منہ سے نکلی ہے؟ تب فرمایا کہ نماز عصر کے بعد تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ کیا بات ہے۔ تب نماز عصر کے بعد حاکم کے سپاہی آئے اور گرفتار کر لیا۔

اور گھر کے لوگوں کو انہوں نے نصیحت کی۔ میں جاتا اور دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم کوئی دوسری راہ اختیار کرو۔ جس ایمان اور عقیدہ پر میں ہوں چاہئے کہ وہی تمہارا ایمان اور عقیدہ ہو۔ گرفتاری کے بعد راہ میں چلتے وقت کہا کہ میں اس مجمع کا نوشاہ ہوں۔

(تذکرۃ الشہادتین حاشیہ۔ روحانی خزائن جلد 20 مطبوعہ لندن صفحہ 126، 127)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''سنا ہے کہ جب ان کو پکڑ کر لے جانے لگے تو ان سے کہا گیا کہ اپنے بچوں سے مل لو ان کو دیکھ مگر انہوں نے کہا کہ اب کچھ ضرورت نہیں''۔

(الحکم 6 مارچ 1908ء۔ ملفوظات جلد پنجم طبع جدید صفحہ 457)

سید احمد نور صاحبؓ کا بیان ہے کہ گرفتاری کے روز عصر کا وقت قریب آیا تو گورنر نے 50 سوار بھجوائے جو یکے بعد دیگرے سیدگاہ آنے لگے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب مسجد میں آئے اور نماز عصر پڑھائی۔ نماز کے بعد ان سواروں نے عرض کی کہ گورنر صاحب نے پیغام دیا ہے کہ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ آپ خود آئیں گے یا میں حاضر ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا نہیں وہ ہمارے سردار ہیں میں خود ان کے پاس چلتا ہوں۔ آپ نے اپنا گھوڑا منگوایا لیکن گورنر کے بھجوائے ہوئے سواروں میں ایک اپنے گھوڑے سے اتر پڑا اور گھوڑا آپ کو سواری کے لئے پیش کر دیا۔

سوار ہونے سے پہلے آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام خط مجھے دے دیا اور کوئی بات نہ کی۔ حضرت صاحبزادہ صاحب خوست چھاؤنی میں گورنر سے ملے۔ اس نے آپ کو بتایا کہ آپ کے بارہ میں کابل سے حکم آیا ہے کہ آپ کو کوئی نہ ملے اور نہ آپ سے کلام کرے اس لئے آپ کو علیحدہ کمرہ دیا جاتا ہے۔ کمرہ پر پہرہ لگا دیا گیا۔ گورنر نے یہ رعایت برتی کہ جب آپ کے عزیز و رشتہ دار ملنے کو آتے تھے تو ان کو اجازت دے دی جاتی تھی۔ ایک روز آپ کے کچھ مرید ملنے آئے اور عرض کی ہم آپ کو اور آپ کے اہل و عیال کو یہاں سے نکال کر لے جائیں گے۔ گورنر ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ہماری تعداد زیادہ ہے لیکن حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ مجھ سے دین کی خدمت ضرور لے گا اس لئے تم ایسا کوئی منصوبہ نہ باندھو۔

خوست سے کابل لایا جانا

خوست کے گورنر عبدالرحمٰن خان کو یہ ڈر تھا کہ اگر حضرت صاحبزادہ صاحب کو فوری طور پر کابل نہ بھجوایا گیا تو شاید راستہ میں آپ کے مرید حملہ کر کے آپ کو چھڑا لے جائیں اس لئے اس نے آپ کو خوست چھاؤنی میں ہی زیر حراست رکھا۔

کچھ عرصہ کے بعد اس کی تسلی ہوئی کہ حضرت صاحبزادہ خود ہی کابل جانے پر آمادہ ہیں اور لوگوں کو اس امر سے منع کرتے ہیں کہ وہ آپ کو آزاد کروائیں تو اس نے چند محافظوں کے ساتھ آپ کو کابل روانہ کر دیا۔ جب حضرت صاحبزادہ صاحب کابل پہنچے تو پہلے ان کو سردار نصر اللہ خان صاحب نائب السلطنت کے پاس لے جایا گیا۔ اس نے بغیر کسی تحقیقات کے حکم دیا کہ آپ کا تمام سامان زادہ راہ اور گھوڑا وغیرہ ضبط کر لیا جائے اور ارک یعنی قلعہ شاہی کے قید خانہ جو تو قیف خانہ کہلاتا تھا میں قید کر دیا جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جب امیر صاحب کے روبرو پیش کئے گئے تو مخالفوں نے پہلے سے ہی ان کے مزاج کو بہت کچھ متغیر کر رکھا تھا اس لئے وہ ظالمانہ جوش سے پیش آئے اور حکم دیا کہ مجھے ان سے بو آتی ہے ان کو فاصلہ پر کھڑا کرو۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد حکم دیا کہ ان کو اس قلعہ میں جس میں خود امیر صاحب رہتے ہیں قید کر دو اور زنجیر غراغراب لگا دو۔ یہ زنجیر وزنی ایک من چوبیس سیر انگریزی کا ہوتا ہے۔ گردن سے لے کر کمر تک گھیر لیتا ہے اور اس میں ہتھکڑی بھی شامل ہے۔ اور نیز حکم دیا کہ پاؤں میں بیڑی وزنی آٹھ سیر انگریزی کی لگا دو۔

پھر اس کے بعد مولوی صاحب مرحوم چار مہینہ قید میں رہے اور اس عرصہ میں کئی دفعہ ان کو امیر کی طرف سے فہمائش ہوئی کہ اگر تم اس خیال سے توبہ کرو کہ قادیانی درحقیقت مسیح موعود ہے تو تمہیں رہائی دی جائے گی۔ مگر ہر ایک مرتبہ انہوں نے یہی جواب دیا کہ میں صاحب علم ہوں اور حق و باطل کی شناخت کرنے کی خدا نے مجھے قوت عطا کی ہے، میں نے پوری تحقیق سے معلوم کر لیا ہے کہ یہ شخص درحقیقت مسیح موعود ہے۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میرے اس پہلو کے اختیار کرنے میں میری جان کی خیر نہیں ہے اور میرے اہل و عیال کی بربادی ہے مگر میں اس وقت اپنے ایمان کو اپنی جان اور ہر ایک دنیوی راحت پر مقدم سمجھتا ہوں۔ شہید مرحوم نے نہ ایک دفعہ بلکہ قید ہونے کی حالت میں بارہا یہی جواب دیا۔ اور یہ قید انگریزی قید کی طرح نہیں تھی جس میں انسانی کمزوری کا کچھ کچھ لحاظ رکھا جاتا ہے بلکہ ایک سخت قید تھی جس کو انسان موت سے بدتر سمجھتا ہے۔ اس لئے لوگوں نے شہید موصوف کی اس استقامت اور استقلال کو نہایت تعجب سے دیکھا۔ اور درحقیقت تعجب کا مقام تھا کہ ایسا جلیل الشان شخص کہ جو کئی لاکھ کی ریاست کابل میں جاگیر رکھتا تھا اور اپنے فضائل علمی اور تقویٰ کی وجہ سے گویا تمام سرزمین کابل کا پیشوا تھا اور قریباً پچاس برس کی عمر تک تنعم اور آرام میں زندگی بسر کی تھی اور بہت سا اہل و عیال اور عزیز فرزند رکھتا تھا۔ پھر یکدفعہ وہ ایسی سنگین قید میں ڈالا گیا جو موت سے

بدتر تھی اور جس کے تصور سے بھی انسان کے بدن پر لرزہ پڑتا ہے۔ایسا نازک اندام اور نعمتوں کا پروردہ انسان وہ اس روح کے گداز کرنے والی قید میں صبر کر سکے اور جان کو ایمان پر فدا کرے۔ بالخصوص جس حالت میں امیر کابل کی طرف سے بار بار ان کو پیغام پہنچتا تھا کہ اس قادیانی شخص کی تصدیق دعویٰ سے انکار کردو تو تم ابھی عزت سے رہا کئے جاؤ گے۔مگر اس قوی الایمان بزرگ نے اس بار بار کے وعدہ کی کچھ بھی پرواہ نہ کی اور بار بار یہی جواب دیا کہ مجھ سے یہ امید مت رکھو کہ میں ایمان پر دنیا کو مقدم رکھ لوں اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ جس کو میں نے خوب شناخت کر لیا اور ہر ایک طرح تسلی کر لی اپنی موت کے خوف سے اس کا انکار کردوں۔ یہ انکار تو مجھ سے نہیں ہوگا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ میں نے حق پا لیا اس لئے چند روزہ زندگی کے لئے مجھ سے بے ایمانی نہیں ہوگی کہ میں اس ثابت شدہ حق کو چھوڑ دوں۔ میں جان چھوڑنے کے لئے تیار ہوں اور فیصلہ کر چکا ہوں۔مگر حق میرے ساتھ جائے گا۔اس بزرگ کے بار بار کے یہ جواب ایسے تھے کہ سرزمین کابل کبھی ان کو فراموش نہیں کرے گی اور کابل کے لوگوں نے اپنی تمام عمر میں یہ نمونہ ایمانداری اور استقامت کا کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔

اس جگہ یہ بھی ذکر کرنے کے لائق ہے کہ کابل کے امیروں کا یہ طریق نہیں ہے کہ اس قدر بار بار وعدہ معافی دے کر ایک عقیدہ کے چھڑانے کے لئے توجہ دلائیں۔لیکن مولوی عبداللطیف صاحب مرحوم کی یہ خاص رعایت اس وجہ سے تھی کہ وہ ریاست کابل کا گویا ایک بازو تھا اور ہزار ہا انسان اس کے معتقد تھے..........۔وہ امیر کابل کی نظر میں اس قدر منتخب عالم فاضل تھا کہ تمام علماء میں آفتاب کی طرح سمجھا جاتا تھا..........پس ممکن ہے کہ امیر کو بجائے خود یہ رنج بھی ہو کہ ایسا برگزیدہ انسان علماء کے اتفاق رائے سے ضرور قتل کیا جائے گا اور یہ تو ظاہر ہے کہ آج کل ایک طور سے عنان حکومت کابل کی مولویوں کے ہاتھ میں ہے اور جس بات پر مولوی لوگ اتفاق کر لیں پھر ممکن نہیں کہ امیر اس کے برخلاف کچھ کر سکے۔پس یہ امر قرین قیاس ہے کہ ایک طرف امیر کو مولویوں کا خوف تھا اور دوسری طرف شہید مرحوم کو بے گناہ دیکھتا تھا۔پس یہی وجہ ہے کہ وہ قید کی تمام مدت میں یہی ہدایت کرتا رہا کہ آپ اس شخص قادیانی کو مسیح موعود مت مانیں اور اس عقیدہ سے توبہ کریں تب آپ عزت کے ساتھ رہا کر دئے جاؤ گے۔اور اسی نیت سے اس نے شہید مرحوم کو اس قلعہ میں قید کیا تھا جس قلعہ میں وہ آپ رہتا تھا تا متواتر فہمائش کا موقعہ ملتا رہے''۔۔

(تذکرۃ الشہادتین۔روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 51 تا 53 مطبوعہ لندن)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ان کی جب مخبری کی گئی اور ان کو امیر کے روبرو پیش کیا گیا تو امیر نے ان سے یہی پوچھا کہ کیا تم نے ایسے شخص کی بیعت کی ہے تو اس نے چونکہ وہ ایک راستباز انسان تھا صاف کہا کہ ''ہاں میں نے بیعت کی ہے۔مگر نہ تقلیداً اندھا دھند بلکہ علی وجہ البصیرۃ اس کی اتباع اختیار کی ہے۔میں نے دنیا بھر میں اس کی مانند کوئی شخص نہیں دیکھا۔ مجھے اس سے الگ ہونے سے اس کی راہ میں جان دے دینا بہتر ہے''۔

(الحکم 18 رجون 1908ء۔ملفوظات جلد دہم صفحہ 307۔مطبوعہ لندن)

افغانستان کے علماء سے مباحثہ اور علماء کی ناکامی

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جب چار مہینے قید کے گزر گئے تب امیر نے اپنے روبرو شہید مرحوم کو بلا کر پھر اپنی عام کچہری میں توبہ کے لئے فہمائش کی اور بڑے زور سے رغبت دی کہ اگر تم اب بھی قادیانی کی تصدیق اور اس کے اصولوں کی تصدیق سے میرے روبرو انکار کرو تو تمہاری جان بخشی جائے گی اور تم عزت کے ساتھ چھوڑے جاؤ گے۔شہید مرحوم نے جواب دیا کہ یہ تو غیر ممکن ہے کہ میں سچائی سے توبہ کروں۔اس دنیا کے حکام کا عذاب تو موت تک ختم ہو جاتا ہے لیکن میں اس سے ڈرتا ہوں جس کا عذاب کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ ہاں چونکہ میں سچ پر ہوں اس لئے چاہتا ہوں کہ ان مولویوں سے جو میرے عقیدے کے مخالف ہیں میری بحث کرائی جائے۔اگر میں دلائل کے رو سے جھوٹا نکلا تو مجھے سزا دی جائے۔

راوی اس قصہ کے کہتے ہیں کہ ہم اس گفتگو کے وقت موجود تھے۔امیر نے اس بات کو پسند کیا اور مسجد شاہی میں خان ملا خان اور آٹھ مفتی بحث کے لئے منتخب کئے گئے اور ایک لاہوری ڈاکٹر جو خود پنجابی ہونے کی وجہ سے سخت مخالف تھا بطور ثالث کے مقرر کر کے بھیجا گیا۔ بحث کے وقت مجمع کثیر تھا اور دیکھنے والے کہتے ہیں کہ ہم اس بحث کے وقت موجود تھے۔ مباحثہ تحریری تھا۔صرف تحریر ہوتی تھی اور کوئی بات حاضرین کو سنائی نہیں جاتی تھی.......... ۔ جب شاہزادہ مرحوم کی ان بدقسمت مولویوں سے بحث ہو رہی تھی تب آٹھ آدمی برہنہ تلواریں لے کر شہید مرحوم کے سر پر کھڑے تھے''۔

(تذکرۃ الشہادتین۔روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 54 تا 55 مطبوعہ لندن)

جب بحث کرنے والے علماء پر اپنی کمزوری واضح ہو گئی اور وہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے سوالات کے جواب دینے سے عاجز آ گئے اور ان کے دلائل کا رد نہ کر سکے تو انہوں نے سردار نصر اللہ خان کو اطلاع دی کہ صاحبزادہ صاحب پر پورے طور پر کوئی الزام لگانا مشکل ہے۔ اس ناکامی کو معلوم کر کے سردار نصر اللہ خان نے حضرت صاحبزادہ صاحب کو اپنے

پاس بلوایا۔ جب آپ وہاں تشریف لے گئے تو سردار نصراللہ خان نے کہا کہ یہ شخص میرے دربار کو پلید کر رہا ہے اسے دور کھڑا کر دو۔ اس پر سپاہیوں نے آپ کو زنجیروں سے پکڑ کر پیچھے کھینچ لیا۔

سردار نصراللہ خان اٹھا اور دربار میں ادھر ادھر ٹہلنے لگا پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ یہ شخص کہتا ہے میں اگلے جہان سے آیا ہوں اور بتاتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان پر نہیں ہیں وہ فوت ہو چکے ہیں۔ اس پر حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ میں تو آسمان سے نہیں آیا اگر میں وہاں سے آیا ہوتا تو تمہارے باپ کے بارہ میں خبر دیتا کہ وہ کس ہاویہ میں پڑا ہے۔ اس پر سردار نصراللہ خان حضرت صاحبزادہ صاحب سے مخاطب ہوا کہ تم اس طرح مت کہو اور میرزا کی بات چھوڑ دو ورنہ میں تمہیں مار دوں گا۔ اس پر حضرت صاحبزادہ صاحب نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی (فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْن)۔ اس پر سردار نصراللہ خان بولا کہ یہ شخص تو ابھی تک قرآن پڑھتا ہے اسے میرے دربار سے دور کرو۔

سردار نصراللہ خان نے حضرت صاحبزادہ صاحب پر کفر کا فتویٰ لگوانے کی بہت کوشش کی اور پراپیگنڈا کیا اور مختلف طریقوں سے امیر حبیب اللہ خان پر دباؤ ڈالتا اور اس کو ڈراتا رہا۔

سردار نے امیر سے کہا کہ یہ شخص جنوبی علاقوں میں بڑا اثر و رسوخ رکھتا ہے اگر اسے جلد قتل نہ کیا گیا تو افغانستان میں احمدیت پھیل جائے گی اور بالآخر آپ کو افسوس ہو گا۔ امیر نے کہا کہ میں نے یہ معاملہ میزان التحقیقات میں بھجوا دیا ہے وہاں سے کاغذات آجائیں تو پھر فیصلہ کروں گا۔ اس پر سردار نصراللہ خان نے کہا کہ اگر آپ اس کو ملزم قرار دینے کے لئے کاغذات کا انتظار کرتے رہے تو یہ سن لیں کہ جو حالات مجھے بتائے گئے ہیں ان کے مطابق نہ اس شخص پر کوئی الزام لگتا ہے اور نہ ہی اس پر کفر کا فتویٰ لگایا جا سکتا ہے۔

اس پر امیر حبیب اللہ خان نے کہا کہ اگر سیاسی پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کا اب بندوبست نہ کیا گیا تو بڑا نقصان ہو گا۔

سردار نصراللہ خان کے اصرار اور دباؤ میں آکر دو ملاّ حضرت صاحبزادہ صاحب کے خلاف فتویٰ دینے پر آمادہ ہو گئے۔ ان کے نام قاضی عبدالرزق ملائے حضور امیر اور قاضی عبدالرؤف قندھاری تھے۔ ان ملانوں نے اپنے فتویٰ میں یہ لکھا کہ اس سے قبل عبدالرحمٰن نام ایک شخص کو امیر عبدالرحمٰن خان نے قتل کروایا تھا اس پر بھی یہی الزام تھا کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کا مرید ہے جن پر ہندوستان کے علماء نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے اس لئے اس کے ماننے والے بھی کافر ہیں لہٰذا ہم بھی یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ مولوی عبداللطیف کو بھی کافر سمجھا جائے اور اس جرم میں سنگسار کیا جائے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جب عصر کا آخری وقت ہوا تو کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔ اور آخر بحث میں شہید مرحوم سے یہ بھی پوچھا گیا کہ اگر مسیح موعود یہی قادیانی شخص ہے تو پھر تم عیسٰی علیہ السلام کی نسبت کیا کہتے ہو۔ کیا وہ واپس دنیا میں آئیں گے یا نہیں۔ تو انہوں نے بڑی استقامت سے سے جواب دیا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور اب وہ ہرگز واپس نہیں آئیں گے۔ قرآن کریم ان کے مرنے اور واپس نہ آنے کا گواہ ہے۔ تب وہ لوگ ان مولویوں کی طرح جنہوں نے حضرت عیسٰی ؑ کی بات کو سن کر اپنے کپڑے پھاڑ دیئے تھے گالیاں دینے لگے اور کہا اب اس شخص کے کفر میں کیا شک رہا اور بڑی غضبناک حالت میں یہ کفر کا فتویٰ لکھا گیا''۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 54، 55)

امیر حبیب اللہ خان کی طرف سے ملانوں کے فتویٰ کی توثیق اور حضرت صاحبزادہ صاحب کو سنگسار کئے جانے کا فیصلہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''بعد اس کے کہ فتویٰ کفر لگا کر شہید مرحوم قید خانہ میں بھیجا گیا۔ صبح روز دوشنبہ کو شہید موصوف کو سلام خانہ یعنی خاص مکان دربار امیر صاحب میں بلایا گیا۔ اس وقت بھی بڑا مجمع تھا۔ امیر صاحب جب ارک یعنی قلعہ سے نکلے تو راستہ میں شہید مرحوم ایک جگہ بیٹھے تھے۔ ان کے پاس سے ہو کر گزرے اور پوچھا کہ اخوندزادہ صاحب کا کیا فیصلہ ہوا۔ شہید مرحوم کچھ نہ بولے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان لوگوں نے ظلم پر کمر باندھی ہے مگر سپاہیوں میں سے کسی نے کہا کہ ملامت ہو گیا یعنی کفر کا فتویٰ لگ گیا''۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 56 مطبوعہ لندن)

اسی طرح آپ فرماتے ہیں:

''وہ فتویٰ کفرات کے وقت امیر صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا اور یہ چالاکی کی گئی کہ مباحثہ کے کاغذات ان کی خدمت میں عمداً نہ بھیجے گئے اور نہ عوام پر ان کا مضمون ظاہر کیا گیا۔ یہ صاف اس بات پر دلیل تھی کہ مخالف مولوی شہید مرحوم کے ثبوت پیش کردہ کا کوئی رد نہ کر سکے۔ مگر افسوس امیر پر کہ اس نے کفر کے فتویٰ پر ہی حکم لگا دیا اور مباحثہ کے کاغذات طلب نہ کئے۔ حالانکہ اس کو چاہئے تو یہ تھا کہ اس عادل حقیقی سے ڈر کر جس کی طرف عنقریب تمام دولت و حکومت کو چھوڑ کر واپس جائے گا خود مباحثہ کے وقت حاضر ہوتا۔ بالخصوص جبکہ وہ خوب جانتا تھا کہ اس مباحثہ کا ایک نتیجہ ایک معصوم بے گناہ کی جان ضائع کرنا ہے۔ تو اس صورت میں مقتضیٰ

خدا ترسی کا یہی تھا کہ افتاں و خیزاں اس مجلس میں جانا۔اور نیز چاہئے تھا کہ قبل ثبوت کسی جرم کے اس شہید مظلوم پر یہ سختی روا نہ رکھتا کہ ناحق ایک مدت تک قید کے عذاب میں ان کو رکھتا اور زنجیروں اور ہتھکڑیوں کے اس شکنجہ میں ان کو دبایا جاتا اور آٹھ سپاہی برہنہ شمشیروں کے ساتھ اس کے سر پر کھڑے کئے جاتے اور اس طرح ایک عذاب اور رعب میں ڈال کر اس کو ثبوت دینے سے روکا جاتا۔ پھر اگر اس نے ایسا نہ کیا تو عادلانہ حکم دینے کے لئے یہ تو اس کا فرض تھا کاغذات مباحثہ کے اپنے حضور میں طلب کرتا۔ بلکہ پہلے سے یہ تاکید کر دیتا کہ کاغذات مباحثہ کے میرے پاس بھیج دینے چاہئیں۔ اور نہ صرف اس بات پر کفایت کرتا کہ آپ ان کاغذات کو دیکھتا بلکہ چاہئے تھا کہ سرکاری طور پر ان کاغذات کو چھپوا دیتا کہ دیکھو کیسے یہ شخص ہمارے مولویوں کے مقابل پر مغلوب ہو گیا اور کچھ ثبوت قادیانی کے مسیح موعود ہونے کے بارہ میں اور نیز جہاد کے ممانعت میں اور حضرت مسیحؑ کے فوت ہونے کے بارہ میں نہ دے سکا۔

(تذکرۃ الشہادتین۔روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 54، 55 مطبوعہ لندن)

جناب قاضی محمد یوسف صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب کو مباحثہ کے اختتام کے بعد جامع مسجد بازار کتب فروشی سے ایک جلوس کی صورت میں روانہ کیا گیا۔ پاپیادہ چوک پل خشتی میں سے ہو کر بازار ارک شاہی میں سے گزر کر دروازہ نقار خانہ تک پہنچے اور شاہی قلعہ میں داخل ہوئے۔ جب انہیں امیر حبیب اللہ خان کے دربار میں لایا گیا تو مولویوں اور عوام کا جم غفیر موجود تھا۔ سردار نصر اللہ خان نے دریافت کیا کہ کیا فیصلہ ہوا۔ اس پر لوگوں نے شور مچایا کہ صاحبزادہ ملامت شد۔

امیر حبیب اللہ خان نے حضرت صاحبزادہ صاحب سے کہا مولویوں کا فتویٰ تو کافر قرار دیئے جانے کا ہے اور سنگسار کرنے کی سزا تجویز کی گئی ہے اور اگر آپ کوئی صورت توبہ کی پیدا کر لیں تو نجات مل سکتی ہے۔

اس موقعہ پر سردار نصر اللہ خان نے اپنے قلبی بغض و عناد کا مظاہرہ کیا اور خود علماء کا فتویٰ تکفیر و رجم پڑھ کر سنایا اور حاضرین سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ آپ اطمینان رکھیں امیر صاحب آپ کی مرضی اور علماء کے فتویٰ کی ہی تصدیق و تائید کریں گے مگر وہ چاہتے ہیں کہ بطور اتمام حجت صاحبزادہ عبداللطیف کو کسی قدر مہلت دے کر توبہ کا موقعہ دیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''امیر صاحب جب اپنے اجلاس میں آئے تو اجلاس میں بیٹھتے ہی پہلے اخوندزادہ صاحب مرحوم کو بلایا اور کہا کہ آپ پر کفر کا فتویٰ لگ گیا ہے۔ اب کہو کہ کیا توبہ کرو گے یا سزا پاؤ گے تو انہوں نے صاف لفظوں میں انکار کیا اور کہا کہ میں حق سے توبہ نہیں کر سکتا۔ کیا میں جان کے خوف سے باطل کو مان لوں۔ یہ مجھ سے نہیں ہوگا۔ تب امیر نے دوبارہ توبہ کے لئے کہا اور توبہ کی حالت میں بہت امید دی اور وعدہ معافی دیا۔ مگر شہید موصوف نے بڑے زور سے انکار کیا اور کہا کہ مجھ سے یہ امید مت رکھو کہ میں سچائی سے توبہ کروں۔

ان باتوں کو بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ یہ سنی سنائی باتیں نہیں بلکہ ہم خود اس مجمع میں موجود تھے اور مجمع کثیر تھا۔ شہید مرحوم ہر ایک فہمائش کا زور سے انکار کرتا تھا اور وہ اپنے لئے فیصلہ کر چکا تھا کہ ضرور ہے کہ میں اس راہ میں جان دوں۔ تب اس نے یہ بھی کہا کہ میں بعد قتل چھ روز تک پھر زندہ ہو جاؤں گا۔ یہ راقم کہتا ہے کہ یہ قول وحی کی بناء پر ہوگا جو اس وقت ہوئی ہو گی۔ کیونکہ اس وقت شہید مرحوم منقطعین میں داخل ہو چکا تھا اور فرشتے اس سے مصافحہ کرتے تھے۔ تب فرشتوں سے یہ خبر پا کر ایسا اس نے کہا۔ اور اس قول کے یہ معنی تھے کہ وہ زندگی جو اولیاء اور ابدال کو دی جاتی ہے چھ روز تک مجھے مل جائے گی اور قبل اس کے جو خدا کا دن آوے یعنی ساتواں دن میں زندہ ہو جاؤں گا۔ اور یاد رہے کہ اولیاء اللہ اور وہ خاص لوگ جو خدا تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوتے ہیں وہ چند دنوں کے بعد پھر زندہ کئے جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ) ۔یعنی تم ان کو مردے مت خیال کرو جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں وہ تو زندے ہیں۔ پس شہید مرحوم کا اسی مقام کی طرف اشارہ تھا۔

...........جب شہید مرحوم نے ہر ایک توبہ کرنے کی فہمائش پر توبہ کرنے سے انکار کیا تو امیر نے ان سے مایوس ہو کر اپنے ہاتھ سے ایک لمبا چوڑا کاغذ لکھا اور اس میں مولویوں کا فتویٰ درج کیا اور اس میں یہ لکھا کہ ایسے کافر کی سنگسار کرنا سزا ہے تب وہ فتویٰ اخوندزادہ مرحوم کے گلے میں لٹکا دیا گیا''۔

(تذکرۃ الشہادتین۔55 تا 57۔روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 56 تا 58۔ مطبوعہ لندن)

بیان واقعہ ہائلہ شہادت رئیس اعظم خوست غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''امیر نے حکم دیا کہ شہید مرحوم کے ناک میں چھید کر کے اس میں رسی ڈال دی جائے اور اسی رسی سے شہید مرحوم کو کھینچ کر مقتل یعنی سنگسار کرنے کی جگہ پہنچایا جائے۔ چنانچہ اس ظالم امیر کے حکم سے ایسا ہی کیا گیا اور ناک کو چھید کر سخت عذاب کے ساتھ اس میں رسی ڈالی گئی تب اس رسی کے ذریعہ شہید مرحوم کو

نہایت ٹھٹھے ہنسی اور گالیوں اور لعنت کے ساتھ مقتل کی طرف لے گئے۔ اور امیر اپنے تمام مصاحبوں کے ساتھ اور مع قاضیوں، مفتیوں اور دیگر اہل کاروں کے یہ دردناک نظارہ دیکھتا ہوا مقتل تک پہنچا اور شہر کی ہزار ہا مخلوق جن کا شمار کرنا مشکل ہے اس تماشا کے دیکھنے کے لئے گئی۔ جب مقتل پر پہنچے تو شاہزادہ مرحوم کو کمر تک زمین میں گاڑ دیا اور پھر اس حالت میں جبکہ وہ کمر تک زمین میں گاڑ دئے گئے تھے امیر ان کے پاس گیا اور کہا کہ اگر تو قادیانی سے جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے انکار کرے تو اب بھی میں تجھے بچالیتا ہوں۔ اب تیرا آخری وقت ہے اور یہ آخری موقعہ ہے جو تجھے دیا جاتا ہے اور اپنی جان اور اپنے عیال پر رحم کر۔

تب شہید مرحوم نے جواب دیا کہ نعوذ باللہ سچائی سے کیونکر انکار ہو سکتا ہے اور جان کی کیا حقیقت ہے اور عیال و اطفال کیا چیز ہیں جن کے لئے میں ایمان کو چھوڑ دوں مجھ سے ایسا ہرگز نہیں ہوگا اور میں حق کے لئے مروں گا۔

تب قاضیوں اور فقیہوں نے شور مچایا کہ کافر ہے، کافر ہے، اس کو جلد سنگسار کرو۔ اس وقت امیر اور اس کا بھائی نصر اللہ اور قاضی عبدالاحد کمیدان یہ لوگ سوار تھے اور باقی تمام لوگ پیادہ تھے۔

جب ایسی نازک حالت میں شہید مرحوم نے بار بار کہہ دیا کہ میں ایمان کو جان پر مقدم رکھتا ہوں تب امیر نے اپنے قاضی کو حکم دیا کہ پہلا پتھر تم چلاؤ کہ تم نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ قاضی نے کہا کہ آپ بادشاہ وقت ہیں آپ چلا دیں۔ تب امیر نے جواب دیا کہ شریعت کے تم ہی بادشاہ ہو اور تمہارا ہی فتویٰ ہے اس میں میرا کوئی دخل نہیں۔ تب قاضی نے گھوڑے سے اتر کر ایک پتھر چلایا جس پتھر سے شہید مرحوم کو زخم کاری لگا اور گردن جھک گئی۔ پھر بعد اس کے بد قسمت امیر نے اپنے ہاتھ سے پتھر چلایا۔ پھر کیا تھا اس کی پیروی سے ہزاروں پتھر شہید مرحوم پر پڑنے لگے اور کوئی حاضرین میں سے ایسا نہ تھا جس نے اس شہید مرحوم کی طرف پتھر نہ پھینکا ہو۔ یہاں تک کہ کثرت پتھروں سے شہید مرحوم کے سر پر ایک کوٹھہ پتھروں کا جمع ہو گیا۔

پھر امیر نے واپس ہونے کے وقت کہا کہ یہ شخص کہتا تھا کہ میں چھ روز تک زندہ ہو جاؤں گا اس پر چھ روز تک پہرہ رہنا چاہئے۔ بیان کیا گیا ہے کہ یہ ظلم یعنی سنگسار کرنا 14 / جولائی کو وقوع میں آیا۔ اس بیان میں اکثر حصہ ان لوگوں کا ہے جو اس سلسلہ کے مخالف تھے جنہوں نے یہ بھی اقرار کیا کہ ہم نے بھی پتھر مارے تھے اور بعض ایسے آدمی بھی اس بیان میں داخل ہیں کہ شہید مرحوم کے پوشیدہ شاگرد تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ اس سے زیادہ دردناک ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کیونکہ امیر کے ظلم کو پورے طور پر ظاہر کرنا کسی نے روا نہیں رکھا اور جو کچھ ہم نے لکھا ہے بہت سے خطوط کے مشترک مطلب سے ہم نے خلاصۃً لکھا ہے۔ ہر ایک قصہ میں اکثر مبالغہ ہوتا ہے لیکن یہ قصہ ہے کہ لوگوں نے امیر سے ڈر کر اس کا ظلم پورا پورا بیان نہیں کیا اور بہت سی پردہ پوشی کرنی چاہی''۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 58 تا 60 مطبوعہ لندن)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ایک گھنٹہ تک برابر ان پر پتھر برسائے گئے حتیٰ کہ ان کا جسم پتھروں میں چھپ گیا مگر انہوں نے اف تک نہ کی، ایک چیخ تک نہ ماری''۔

(الحکم 6 / مارچ 1908ء۔ ملفوظات جلد 10 صفحہ 140 مطبوعہ لندن)

سید احمد نور صاحب کا بیان ہے کہ جب حضرت صاحبزادہ صاحب کو سنگسار کرنے کے لئے لے جایا جارہا تھا تو ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ آپ راستہ میں تیزی سے اور خوش خوش جارہے تھے۔ ایک مولوی نے پوچھا کہ آپ اتنے خوش کیوں ہیں ابھی آپ کو سنگسار کیا جانے والا ہے؟۔ آپ نے فرمایا یہ ہتھکڑیاں نہیں بلکہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کا زیور ہے اور مجھے یہ خوشی ہے کہ میں جلد اپنے پیارے مولیٰ سے ملنے والا ہوں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کو کابل کے باہر شرقی جانب ہندوسوزان کے ایک میدان موسومہ بہ سیاہ سنگ میں سنگسار کیا گیا تھا۔

جناب قاضی محمد یوسف صاحب کا بیان ہے کہ جب امیر حبیب اللہ خان نے حضرت صاحبزادہ پر لگائے گئے فتویٰ کفر اور سنگساری کی سزا کے کاغذ پر دستخط کر دئے تو سردار نصر اللہ خان نے کابل میں موجود ملاؤں کو اطلاع کروادی اور وہ ارک شاہی کے سامنے جمع ہونے شروع ہو گئے۔ تب حضرت صاحبزادہ صاحب کو مقتل کی طرف لے جایا گیا۔ یہ ہجوم وزارت حربیہ کے سامنے سے گزر کر اس سڑک پر روانہ ہوا جو بالا حصار کو جاتی ہے۔ کابل کے شیر دروازہ سے گزر کر شہر سے باہر آئے۔ بالا حصار کا قلعہ کوہ آسامائی پر واقعہ ہے۔ یہ قلعہ اس وقت بطور میگزین استعمال ہوتا تھا۔ اس کی جانب جنوب ایک پرانا قبرستان ہے جس میں افغانستان کے امراء و رؤسا کی قبریں ہیں۔ اس کے قریب حضرت صاحبزادہ صاحب کو سنگسار کرنے کے لئے ایک گڑھا قریباً اڑھائی فٹ گہرا کھودا گیا جس میں حضرت صاحبزادہ صاحب کو گاڑ دیا گیا۔ گاڑے جانے کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب نے بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب پر پہلا پتھر سردار نصر اللہ نے چلایا۔ مگر ایک روایت یہ بھی ہے کہ پہلا پتھر قاضی عبدالرزاق ملائے حضور نے پھینکا تھا اور اس

کے ساتھ اس نے جوش میں آ کر کہا تھا کہ آج جو آدمی اس پر پتھر پھینکے گا وہ جنت میں مقام پائے گا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کی پیشانی پر پہلا پتھر لگا تو آپ کا سر قبلہ رخ جھک گیا اور آپ نے یہ آیت پڑھی: (اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ)۔

آپ کی شہادت 17 / ربیع الاول 1321ھ مطابق 14 / جولائی 1903ء کو واقع ہوئی۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کی شہادت کی خبر قادیان پہنچی تو اس سے ایک طرف تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سخت صدمہ پہنچا کہ ایک مخلص دوست جدا ہو گیا۔ اور دوسری طرف آپ کو خوشی ہوئی کہ آپ کے متبعین میں سے ایک شخص نے ایمان و اخلاص کا یہ اعلیٰ نمونہ دکھایا کہ سخت سے سخت دکھ اور مصائب جھیلے اور بالآخر جان دے دی مگر ایمان کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

نشانات کا ظہور

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

''صبح ہوتے ہی کابل میں ہیضہ پھوٹ پڑا اور نصر اللہ خان حقیقی بھائی امیر حبیب اللہ خان کا جو اصل سبب اس خونریزی کا تھا اس کے گھر میں ہیضہ پھوٹا اور اس کی بیوی اور بچہ فوت ہو گیا اور چار سو کے قریب ہر روز آدمی مرتا تھا۔ اور شہادت کی رات آسمان سرخ ہو گیا''۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 127۔ مطبوعہ لندن)

''سنا گیا ہے کہ جب شہید مرحوم کو ہزاروں پتھروں سے قتل کیا گیا تو انہیں دنوں میں سخت ہیضہ کابل میں پھوٹ پڑا اور بڑے بڑے ریاست کے نامی اس کا شکار ہوئے اور بعض امیر کے رشتہ دار اور عزیز بھی اس جہان سے رخصت ہوئے''۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 74۔ مطبوعہ لندن)

انگریز انجینئر Mr.A Frank Martin نے لکھا ہے کہ قتل کئے جانے سے پہلے ملا صاحب نے امیر کی موجودگی میں یہ پیشگوئی کی کہ اس ملک پر ایک بڑی تباہی آنے والی ہے جس کے نتیجہ میں امیر حبیب اللہ خان اور سردار نصر اللہ خان کو بھی دکھ پہنچے گا۔

جس روز ملا (صاحب) کو قتل کیا گیا اس دن اچانک شام نو بجے کے قریب آندھی کا ایک زبردست طوفان آیا جو بہت زور شور سے آدھے گھنٹے تک جاری رہا پھر اچانک جس طرح شروع ہوا تھا تھم گیا۔ رات کے وقت اس طرح آندھی کا آنا غیر معمولی بات تھی۔ عام لوگ اس آندھی کے بارہ میں کہنے لگے کہ یہ ملا (صاحب) کی روح کے نکلنے کی وجہ سے ہوا ہے۔

اس کے بعد ہیضہ کی وباء آ گئی۔ سابقہ وباؤں کو مدنظر رکھ کر ہیضہ ابھی چار سال تک متوقع نہیں تھا۔ اور یہ خیال کیا جاتا تھا کہ ہیضہ کی وباء بھی ملا (صاحب) کی پیشگوئی کے مطابق آئی ہے۔ اسی وجہ سے امیر حبیب اللہ خان اور شہزادہ نصر اللہ خان شدید خوف میں مبتلا ہو گئے۔ انہیں یقین تھا کہ اب ان کی موت بھی آنے والی ہے۔ جب شہزادہ نصر اللہ خان کی ایک پیاری بیوی ہیضہ سے فوت ہو گئی تو وہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا اور غم سے نیم پاگل ہو گیا۔

مقتول ملا (صاحب) کے مریدوں کی بڑی تعداد تھی اور وہ بہت رسوخ اور طاقت والے بھی تھے۔ جن دو ملاؤں نے ان کے قتل کئے جانے کا فتویٰ دیا تھا وہ بھی نہایت خوف کی حالت میں زندگی بسر کرنے لگے کیونکہ انہیں ان کے مریدوں کی جانب سے انتقام لئے جانے کا خوف رہتا تھا۔ ان میں سے ایک ملا کو ہیضہ ہوا اور وہ مرتے مرتے بچا۔

جب 1903ء میں وبا پھوٹی تو امیر حبیب اللہ خان نے اپنے والد امیر عبدالرحمٰن خان کے طریق پر فوراً اپنا سامان یعنی فرنیچر اور قالین وغیرہ کابل سے باہر پغمان بھجوانا شروع کر دیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ خود بھی اگلے روز کابل سے نکل جائے گا۔

جب کابل شہر کے گورنر کو اس کے ارادہ کا علم ہوا تو وہ امیر کے پاس آیا کہ عام پھیلی ہوئی بے اطمینانی اتنی زیادہ ہے کہ اگر وہ اس موقعہ پر شہر سے باہر چلا گیا تو فوج اور رعایا بغاوت کر دے گی اور وہ پھر کبھی واپس نہ آ سکے گا۔ امیر نے گورنر کا مشورہ مان لیا اور اسے بہ امر مجبوری اپنے محل ارک میں ہی رہنا پڑا۔ اس نے اپنے آپ کو دو کمروں تک محدود کر لیا۔ جہاں صرف نصف درجن منظور نظر درباریوں اور نوکروں کو آنے کی اجازت تھی جو لوگ اسے ملنے آتے انہیں یہ اجازت نہ تھی کہ محل سے باہر نکلیں۔ اسے ڈر تھا کہ وہ باہر سے ہیضہ کا مرض لے آئیں گے۔

چونکہ امیر کابل سے باہر نہیں جا سکتا تھا اس لئے سردار نصر اللہ خان کو بھی شہر میں اپنے محل میں رہنا پڑا۔ وہ اپنا اکثر وقت جائے نماز پر گزارتا تھا۔

(ملخص مفہوم از کتاب Under the absolute Amir مصنفہ Mr.Frank A Martin صفحہ 201 تا 204)

مسٹر انگس ہملٹن اپنی کتاب ''افغانستان'' میں بیان کرتے ہیں کہ:

1903ء میں افغانستان کے شہر کابل اور شمال اور مشرق کے صوبہ جات میں زور شور سے ہیضہ پھوٹ پڑا جو اپنی شدت کے لحاظ سے 1879ء کے وباء ہیضہ سے بدتر تھا۔

سردار نصر اللہ خان کی ایک بیوی اور بیٹا و شاہی خاندان کے کئی افراد اور ہزار ہا باشندگان کابل اس وباء سے لقمہ اجل ہوئے اور شہر میں افراتفری پڑ گئی۔ ہر شخص کو اپنی جان کی فکر لاحق ہو گیا اور دوسرے کے

حالات سے بےفکر اور بےخبر ہو گیا۔

(افغانستان، مصنفہ مسٹر انگس ہملٹن صفحہ 450۔ بحوالہ عاقبۃ المکذبین حصہ اول صفحہ 57)

شہید مرحوم کی نعش کا پتھروں سے نکالا جانا، نماز جنازہ اور تدفین

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''میاں احمد نور جو حضرت صاحبزادہ مولوی عبداللطیف صاحب کے خاص شاگرد ہیں۔ 8 رنومبر 1903ء کو مع عیال خوست سے قادیان پہنچے۔ ان کا بیان ہے کہ مولوی صاحب کی لاش برابر چالیس دن تک ان پتھروں میں پڑی رہی جن میں سنگسار کئے گئے تھے۔ بعد اس کے میں نے چند دوستوں کے ساتھ مل کر رات کے وقت ان کی نعش مبارک نکالی اور پوشیدہ طور پر شہر میں لائے اور اندیشہ تھا کہ امیر اور اس کے ملازم کچھ مزاحمت کریں گے مگر شہر میں وبائے ہیضہ اس قدر پڑ چکا تھا کہ ہر ایک شخص اپنی بلا میں گرفتار تھا اس لئے ہم اطمینان سے مولوی صاحب مرحوم کا قبرستان میں جنازہ لے گئے اور جنازہ پڑھ کر وہاں دفن کر دیا۔ یہ عجیب بات ہے کہ مولوی صاحب جب پتھروں میں سے نکالے گئے تو کستوری کی طرح ان کے بدن سے خوشبو آتی تھی اس سے لوگ بہت متاثر ہوئے۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 126 مطبوعہ لندن)

سید احمد نور صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب انہیں اپنے گاؤں آئے ہوئے قریباً تین ماہ کا عرصہ ہو گیا تو ایک روز گاؤں کی مسجد میں تلاوت قرآن مجید کرتے ہوئے انہیں القاء ہوا: (وعقروا الناقة لو تسوىٰ بهم الارض لكان خيرا لهم) یعنی ان لوگوں نے (خدا کی) اونٹنی کو مار دیا ہے مگر ان کی یہ حرکت اچھی نہ تھی۔ اگر زمین ان پر ہموار کر دی جاتی تو ان کے لئے بہتر ہوتا''۔

اس کی انہیں یہ تفہیم ہوئی کہ حضرت صاحبزادہ ؓ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے بعض لوگوں سے اس کا ذکر کیا لیکن انہوں نے کہا یہ ممکن نہیں کہ صاحبزادہ صاحب جیسے انسان کو قتل کر دیا جائے۔ ان کا گاؤں جدلان نامی دریا کے کنارے پر واقعہ ہے اس کے قریب ایک جگہ شخیل (ہاشم خیل) ہے جہاں پر کابل سے تاجر آتے ہیں سید احمد نور معلومات حاصل کرنے کے لئے شخیل گئے تو معلوم ہوا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کو سنگسار کر دیا گیا ہے اور اب تک ان کے جسم کے اوپر ایک درخت جتنا اونچا پتھروں کا ڈھیر پڑا ہے۔

سید احمد نور صاحب نے یہ سن کر عزم کیا کہ وہ کابل جائیں گے اور حضرت صاحبزادہ صاحب کے جسم کو ان پتھروں کے نیچے سے نکالیں گے خواہ اس کی پاداش میں ان کو بھی سنگسار کر دیا جائے وہ کابل کے ارادے سے روانہ ہوئے جب شخیل پہنچے تو مقامی حاکم کو ان کے ارادے کا علم ہو گیا اس نے ان کو بلوا کر کہا کہ تم فوراً اپنے گاؤں چلے جاؤ ورنہ تمہیں سخت سزا دی جائے گی پھر ان سے دوصد روپیہ کی ضمانت لی اور گاؤں واپس جانے کی ہدایت دے کر ان کو چھوڑ دیا۔ سید احمد نور ایک دوسرے راستہ کابل کی طرف سے روانہ ہو گئے۔

سید احمد نور صاحب نے کابل پہنچ بعض دوستوں سے اپنے ارادہ کا ذکر کیا اور ان سے سنگساری کی جگہ دریافت کی۔ انہوں نے بتایا کہ صاحبزادہ صاحب کو ہندو سوزان کے قریب سنگسار کیا گیا ہے۔ سید احمد نور اس جگہ گئے اور دیکھ کر واپس آ گئے انہیں یہ خیال پیدا ہوا کہ معلوم نہیں کہ صاحبزادہ صاحب ان کی نعش کے نکالے جانے پر راضی بھی ہیں یا نہیں۔ انہوں نے رات دعا کی کہ اے مولا کریم میری رہنمائی فرما کہ صاحبزادہ صاحب اپنی نعش کے نکالے جانے پر راضی ہیں یا نہیں۔۔ انہوں نے رؤیا میں دیکھا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب ایک کمرے میں ہیں۔ انہوں نے دروازہ کھولا اور سید احمد نور کو اندر بلا لیا وہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے پاؤں دبانے لگے انہوں نے دیکھا کہ آپ کے پاؤں زخمی ہیں آنکھ کھلنے پر سید احمد نور نے اس کی یہ تعبیر سمجھی کہ حضرت صاحبزادہ صاحب چاہتے ہیں کہ ان کی لاش پتھروں سے نکال لی جائے۔

سید احمد نور یہ سوچتے رہے کہ یہ کام کیسے کیا جائے آخر وہ ایک فوجی حوالدار سے ملے جو حضرت صاحبزادہ صاحب کا معتقد تھا وہ ان کی بات سن کر رو پڑا اور کہا کہ میں نے بہت دفعہ ارادہ کیا کہ لاش نکالوں لیکن میں اکیلا تھا مجھ میں اس کی طاقت نہ تھی اب آپ آ گئے ہیں میں انشاء اللہ ضرور آپ کی مدد کروں گا۔ سید احمد نور نے حوالدار صاحب سے کہا کہ وہ کچھ آدمی اپنے ساتھ لے کر رات بارہ بجے مقام شہادت پر پہنچیں میں تابوت، کفن اور خوشبو وغیرہ لے کر وہاں آ جاؤں گا۔ چنانچہ وہ ایک مزدور سے تابوت اٹھوا کر وقت مقررہ پر ایک قبرستان میں پہنچ گئے جو مقام شہادت کے قریب ہی تھا۔ ان دنوں ہیضہ کی وباء پھیلی ہوئی تھی، لوگ کثرت سے مر رہے تھے۔ قبرستان میں میت کے بعد میت تدفین کے لئے لائی جاتی تھی افراتفری کا عالم تھا اس لئے ان سے کسی نے نہیں پوچھا کہ وہ وہاں کیسے آئے ہیں اور یہ کہ تابوت میں کوئی لاش ہے یا نہیں۔ حوالدار نے آنے میں کچھ دیر کی یہاں تک کہ آدھی رات ہو گئی سید احمد نور نے سوچا کہ وہ اکیلے ہی پتھروں کو ہٹا کر لاش نکالتے ہیں لیکن تھوڑی دیر بعد حوالدار صاحب بھی کچھ لوگوں کو لے کر آ گئے۔ یہ سب لوگ تابوت لے کر مقام شہادت پر پہنچے۔ چاندنی رات تھی ایک آدمی کو پہرہ پر

مقرر کیا اور باقی سب پتھر ہٹانے لگے یہاں تک کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی لاش نظر آنے لگی اس وقت اس میں سے نہایت تیز خوشبو آ رہی تھی یہ دیکھ کر حوالدار کے ساتھی کہنے لگے کہ یہ شاید یہ وہی آدمی ہے جس کو امیر حبیب اللہ خان نے سنگسار کروایا تھا سید احمد نور نے کہا ہاں وہی آدمی ہے یہ شخص اکثر قرآن شریف کی تلاوت کرتا رہتا تھا اور ذکر الٰہی میں مصروف رہتا تھا یہ وہی خوشبو ہے۔

جب نعش کو کفن پہنایا گیا تو سید احمد نور نے کشفی طور پر دیکھا کہ ایک پہاڑی کے پیچھے سے پچاس پیدل پہرہ دار اور ایک سوار گشت کرتے ہوئے آ رہے ہیں ان دنوں کابل میں رات کے وقت پہرہ ہوتا تھا اور کسی کو باہر پھرنے کی اجازت نہ ہوتی تھی اگر رات کوئی شخص باہر پھرتا نظر پڑتا تھا تو اسے قتل کر دیا جاتا تھا۔ سید احمد نور نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ پہرہ والے آ رہے ہیں یہاں سے ہٹ جاؤ۔ تب سب وہاں سے ہٹ کر چھپ گئے۔ تھوڑی دیر میں پہرہ والے سڑک پر چلتے نظر آنے لگے وہ قلعہ بالا حصار (میگزین) تک گئے اور کچھ دیر کے بعد اسی سڑک سے شہر کی طرف واپس چلے گئے۔ تب میاں احمد نور اور ان کے ساتھی حضرت شہید مرحوم کی نعش کے پاس آئے اور اسے اٹھا کر تابوت میں رکھ دیا اس وقت سید احمد نور نے حضرت شہید مرحوم کے کچھ بال اور کپڑا تبرک کے طور پر لے لئے۔

تابوت بہت بھاری ہو گیا تھا جب اسے اٹھانے کی کوشش کی تو سب مل کر بھی نہ اٹھا سکے۔ سید احمد نور نے لاش کو مخاطب ہو کر کہا کہ جناب یہ بھاری ہونے کا وقت نہیں آپ ہلکے ہو جائیں۔ اس کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ وہ اکیلے ہی تابوت اٹھا سکتے ہیں۔ لیکن حوالدار نے کہا کہ میں اٹھاتا ہوں۔ اس نے سید احمد نور کی پگڑی لی اور اس سے تابوت باندھ کر اسے اپنے کندھے پر ڈال لیا۔

وہاں سے وہ تابوت ایک مقبرہ میں لے گئے جو نزدیک ہی تھا اس جگہ پر چند فقیر رہتے تھے۔ سید احمد نور نے حوالدار صاحب اور ان کے آدمیوں کو رخصت کر دیا اور خود ان فقیروں کے پاس چلے گئے۔ ان سے کہا کہ ایک جنازہ آیا ہے اسے یہاں رکھنا ہے۔ انہوں نے تسلی دی اور تابوت ان کے پاس رکھ دیا گیا۔ حوالدار نے جاتے وقت کہا تھا کہ وہ صبح کسی سواری یا مزدوروں کا انتظام کرے گا تا کہ تابوت وہاں سے شہر لے جایا جا سکے۔ صبح ہو گئی لیکن حوالدار نہ آیا آخر سید احمد نور نے ان فقیروں میں سے ایک آدمی کو اجرت دے کر شہر بھجوایا کہ وہ مزدور تلاش کر کے لائے وہ فقیر چلا گیا اور کچھ دیر کے بعد واپس آ گیا اور کہا کہ مزدور تو نہیں ملے شہر میں ہیضہ کی وباء کا زور ہے کثرت سے آدمی مر رہے ہیں میں ہی آپ کی مدد کرتا ہوں۔ فقیر نے سرہانے کی طرف سے جنازہ اٹھایا اور سید احمد نور نے پاؤں کی طرف سے اور شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ دہ سبز کو جانے والی مشرقی سڑک سے شہر میں آئے جب لکڑ منڈی پہنچے تو کچھ مزدور مل گئے جنہوں نے جنازہ اٹھا لیا شوار بازار سے ہوتے ہوئے مقبرہ طاؤس آئے اس کے قریب ہی غلام جان کا مکان تھا وہاں سردار عبدالرحمٰن جان ابن سردار شیریں دل خان موجود تھے سید احمد نور نے سردار احمد جان سے پہلے سے بات کی ہوئی تھی اور تمام پروگرام ان کے علم میں تھا۔ سید احمد نور نے ان کو اشارہ سے اپنی طرف بلایا اور جنازہ طاؤس میں بھجوائے جانے کا ذکر کیا۔ سردار عبدالرحمٰن جان نے کہا کہ آپ چلیں اور میرا انتظار کریں میں گھوڑے پر سوار ہو کر آتا ہوں سید احمد نور جنازہ اٹھوا کر مقبرہ طاؤس کے پاس ایک قبرستان میں لے گئے جو حضرت صاحبزادہ صاحب کا آبائی قبرستان تھا اور مزدوروں کو رخصت کر دیا تھوڑی دیر میں سردار عبدالرحمٰن جان بھی پہنچ گئے انہوں نے گھوڑا اپنے نوکر کے حوالہ کیا اور خود آگے بڑھے۔ سردار عبدالرحمٰن جان نے سرہانے کی طرف سے جنازہ اٹھایا اور پاؤں کی طرف سے سید احمد نور نے پکڑا اتنے میں حوالدار صاحب بھی آ گئے اب ظہر کا وقت ہو گیا تھا۔ تینوں نے نماز جنازہ ادا کی سردار عبدالرحمٰن جان ابن سردار شیریں دل خان امام بنے اور سید احمد نور اور حولدار پیچھے کھڑے ہوئے نماز جنازہ کے بعد تدفین کر دی گئی مقبرہ والوں کو سردار عبدالرحمٰن جان نے کچھ رقم دی اور کہا کہ یہ ایک بزرگ تھے ہم انہیں امانتاً دفن کرتے ہیں اگر کوئی شخص ان کے بارہ دریافت کرتا ہوا آئے تو اسے قبر کا پتہ دے دینا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کے تابوت کا کابل سے ان کے گاؤں سید گاہ لایا جانا اور وہاں پر تدفین

جب حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب کی شہادت کو ایک سال کا عرصہ گزر گیا تو ان کے ایک ممتاز شاگرد ملا میروان کا تابوت کابل سے سید گاہ لے آئے اور وہاں دفن کر کے نامعلوم سی قبر بنا دی۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد خان عجب خان صاحب آف زیدہ ضلع پشاور کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے سید گاہ والوں کو پیغام بھجوایا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی قبر اچھی طرح بنائی جائے انہوں نے کچھ مالی مدد بھی کی چنانچہ آپ کے معتقدین نے ایک بڑی پختہ قبر تعمیر کروا دی۔

جب یہ بات مشہور ہوئی تو دور دراز سے لوگ زیارت کے لئے آنے لگے اور چڑھاوے چڑھنے لگے اس کی رپورٹ حکومت کابل کو کی گئی تو سردار نصر اللہ خان نے گورنر سمت جنوبی سردار محمد اکبر

خان غاصی کو حکم بھجوایا کہ صاحبزادہ صاحب کا تابوت وہاں سے نکلوا لیا جائے چنانچہ گورنر نے سرکاری آدمی بھجوا کر رات کو تابوت نکلوا لیا بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسے خفیہ طور پر کسی اور جگہ دفن کر دیا گیا اور بعض بتاتے ہیں کہ اسے دریا میں پھینک دیا گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے شہید مرحوم کی قبر کو شرک کا ذریعہ بننے سے روک دیا۔

شہادت کے نتیجہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی انذاری و تبشیری پیشگوئیاں

''صاحبزادہ مولوی عبداللطیف مرحوم کا اس بے رحمی سے مارا جانا اگرچہ ایسا امر ہے کہ اس کے سننے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے (وَمَا رَاَینَا ظُلْمًا اَغْیَظَ مِنْ ھٰذَا) لیکن اس خون میں بہت برکات ہیں کہ بعد میں ظاہر ہوں گے اور کابل کی زمین دیکھ لے گی کہ یہ خون کیسے کیسے پھل لائے گا۔ یہ خون کبھی ضائع نہیں جائے گا۔ پہلے اس سے غریب عبدالرحمٰن میری جماعت کا ظلم سے مارا گیا اور خدا چپ رہا مگر اس خون پر اب وہ چپ نہیں رہے گا اور بڑے بڑے نتائج ظاہر ہوں گے''۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 74 مطبوعہ لندن)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یہ خون بڑی بے رحمی کے ساتھ کیا گیا ہے اور آسمان کے نیچے ایسے خون کی اس زمانہ میں نظیر نہیں ملے گی۔ ہائے اس نادان امیر نے کیا کیا کہ ایسے معصوم شخص کو کمال بیدردی سے قتل کر کے اپنے تئیں تباہ کر لیا۔

اے کابل کی زمین تو گواہ رہ کہ تیرے پر سخت جرم کا ارتکاب کیا گیا۔ اے بدقسمت زمین تو خدا کی نظر سے گر گئی کہ تو اس ظلم عظیم کی جگہ ہے''۔

''میں خوب جانتا ہوں کہ جماعت کے بعض افراد ابھی تک اپنی روحانی کمزوری کی حالت میں ہیں یہاں تک کہ بعض کو اپنے وعدوں پر بھی ثابت رہنا مشکل ہے لیکن جب میں اس استقامت اور جانفشانی کو دیکھتا ہوں جو صاحبزادہ مولوی محمد عبداللطیف مرحوم سے ظہور میں آئی تو مجھے اپنی جماعت کی نسبت بہت امید بڑھ جاتی ہے کیونکہ جس خدا نے بعض افراد اس جماعت کو یہ توفیق دی کہ نہ صرف مال بلکہ جان بھی اس راہ میں قربان کر گئے اس خدا کا صریح یہ منشاء معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت سے ایسے افراد اس جماعت میں پیدا کرے جو صاحبزادہ مولوی عبداللطیف کی روح رکھتے ہوں اور ان کی روحانیت کا ایک نیا پودہ ہوں جیسا کہ میں نے کشفی حالت میں واقعہ شہادت مولوی موصوف کے قریب دیکھا کہ ہمارے باغ میں سے ایک بلند شاخ سرو کی کاٹی گئی اور میں نے کہا کہ اس شاخ کو زمین میں دوبارہ نصب کر دو تا وہ بڑھے اور پھولے۔ سو میں نے اس کی یہی تعبیر کی خدا تعالیٰ بہت سے ان کے قائم مقام پیدا کر دے گا۔ سو میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی وقت میرے اس کشف کی تعبیر ظاہر ہو جائے گی''۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 75،76)

''میں یقیناً جانتا ہوں کہ اب وقت آنے والا ہے کہ اس کی شہادت کی حکمت نکلنے والی ہے اور میں نے سنا ہے کہ اس وقت چودہ آدمی قید کئے گئے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ عبداللطیف کو ناحق شہید کرایا گیا ہے اور یہ ظلم ہوا ہے، وہ حق پر تھا۔ اس پر امیر نے ان آدمیوں کو قید کر دیا اور ان کے وارثوں کو کہا ہے کہ وہ ان کو سمجھائیں کہ ایسے بیہودہ خیالات سے وہ باز آ جائیں۔ مگر وہ موت کو پسند کرتے ہیں اور اس یقینی بات کو وہ چھوڑنا نہیں چاہتے۔ اگر عبداللطیف شہید نہ ہوا ہوتا تو یہ اثر کس طرح پیدا ہوتا اور یہ رعب کس طرح پر پڑتا۔

یقیناً سمجھو کہ خدا تعالیٰ نے کیسی بڑی چیز کا ارادہ کیا ہے اور اس کی بنیاد عبداللطیف کی شہادت سے پڑی ہے۔ یہ موت، موت نہیں۔ یہ زندگی ہے اور اس کے مفید نتیجے پیدا ہونے والے ہیں۔......... یہ نشان ہزاروں لاکھوں انسانوں کے لئے ہدایت اور ترقی ایمان کا موجب ہو گا.........عبداللطیف کے اس استقلال اور استقامت سے بہت بڑا فائدہ ان لوگوں کو ہو گا جو اس واقعہ پر غور کریں گے۔ چونکہ یہ موت بہت سی زندگیوں کا موجب ہونے والی ہے۔ اس لئے یہ ایسی موت ہے کہ ہزاروں زندگیاں اس پر قربان ہیں۔......... عبداللطیف کی موت پر جو موت نہیں بلکہ زندگی ہے تو کیوں خوش ہوتے ہو۔ آخر تمہیں بھی مرنا ہے۔ عبداللطیف کی موت تو بہتوں کی زندگی کا باعث ہو گی مگر تمہاری جان اکارت جائے گی اور کسی ٹھکانے نہ لگے گی......... یہ ہماری جماعت کے ایمان کو ترقی دینے کا موجب ہو گی۔ اس کے سوا اب یہ خون اٹھنے لگا ہے اور اس کا اثر پیدا ہونا شروع ہو گیا ہے جو ایک جماعت کو پیدا کر دے گا''۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 513،514 ملفوظات جلد 6 صفحہ 259، 258 مطبوعہ لندن)

''یہ خون کبھی خالی نہیں جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے مصالح اور حکمتوں کو خوب جانتا ہے.........اس خون کے بہت بڑے بڑے نتائج پیدا ہونے والے ہیں''۔

(ملفوظات جلد سوم (طبع جدید) صفحہ 514-515)

''عجیب بات ہے کہ ان کے بعض شاگرد بیان کرتے ہیں کہ جب وہ وطن کی طرف روانہ ہوئے تو بار بار کہتے تھے کہ کابل کی زمین اپنی اصلاح کے لئے میرے خون کی محتاج ہے۔ اور درحقیقت وہ سچ کہتے

تھے کیونکہ سرزمین کابل میں اگر ایک کروڑ اشتہار شائع کیا جاتا اور دلائل قویہ سے میرا مسیح موعود ہونا ان میں ثابت کیا جاتا تو ان اشتہارات کا ہرگز ایسا اثر نہ ہوتا جیسا کہ اس شہید کے خون کا اثر ہوا۔

کابل کی سرزمین پر یہ خون اس تخم کی مانند پڑا ہے جو تھوڑے عرصہ میں بڑا درخت بن جاتا ہے اور ہزارہا پرندے اس پر اپنا بسیرا کرتے ہیں''۔

(تذکرۃ الشہادتین۔روحانی خزائن جلد20 صفحہ 53`54 مطبوعہ لندن)

حضرت صاحبزادہ صاحب کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات

''شاہزادہ عبداللطیف کے لئے جو شہادت مقدر تھی وہ ہو چکی اب ظالم کا پاداش باقی ہے۔.........

افسوس کہ یہ امیر زیر آیت (مَن یَقْتُلْ مُؤمِناً مُتَعَمِّداً) داخل ہو گیا اور ایک ذرہ خدا تعالیٰ کا خوف نہ کیا۔ اور مومن بھی ایسا مومن کہ اگر کابل کی تمام سرزمین میں اس کی نظیر تلاش کی جائے تو تلاش کرنا لا حاصل ہے۔ ایسے لوگ اکسیر احمر کے حکم میں ہیں جو صدق دل سے ایمان اور حق کے لئے جان بھی فدا کرتے ہیں اور زن و فرزند کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے۔

اے عبداللطیف! تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا اور جو لوگ میری جماعت میں سے میری موت کے بعد رہیں گے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے''۔

(تذکرۃ الشہادتین۔روحانی خزائن جلد20 صفحہ 60 مطبوعہ لندن)

''شہید مرحوم نے مرکر میری جماعت کو ایک نمونہ دیا ہے اور درحقیقت میری جماعت ایک بڑے نمونہ کی محتاج تھی۔ اب تک ان میں سے ایسے بھی پائے جاتے ہیں کہ جو شخص ان میں سے ادنیٰ خدمت بجالاتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ اس نے بڑا کام کیا ہے اور قریب ہے کہ وہ میرے پر احسان رکھے۔ حالانکہ خدا کا اس پر احسان ہے کہ اس خدمت کے لئے اس نے اس کو توفیق دی۔ بعض ایسے ہیں کہ وہ پورے زور اور پورے صدق سے اس طرف نہیں آئے اور جس قوت ایمان اور انتہا درجہ کے صدق وصفا کا وہ دعویٰ کرتے ہیں آخر تک اس پر قائم نہیں رہ سکتے اور دنیا کی محبت کے لئے دین کو کھو دیتے ہیں اور کسی ادنیٰ امتحان کی بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ خدا کے سلسلہ میں بھی داخل ہو کر ان کی دنیاداری کم نہیں ہوتی۔

لیکن خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ایسے بھی ہیں کہ وہ سچے دل سے ایمان لائے اور سچے دل سے اس طرف کو اختیار کیا اور اس راہ کے لئے ہر ایک دکھ اٹھانے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن جس نمونہ کو اس جوانمرد نے ظاہر کر دیا اب تک وہ قوتیں اس جماعت کی مخفی ہیں۔

خدا سب کو وہ ایمان سکھادے اور وہ استقامت بخشے جس کا اس شہید مرحوم نے نمونہ پیش کیا ہے۔ یہ دنیوی زندگی جو شیطانی حملوں کے ساتھ ملی ہوئی ہے کامل انسان بننے سے روکتی ہے اور اس سلسلہ میں بہت داخل ہوں گے مگر افسوس کہ تھوڑے ہیں کہ یہ نمونہ دکھائیں گے۔

(تذکرۃ الشہادتین۔روحانی خزائن جلد20 صفحہ 57`58 مطبوعہ لندن)

''جب میں اس استقامت اور جانفشانی کو دیکھتا ہوں جو صاحبزادہ مولوی محمد عبداللطیف مرحوم سے ظہور میں آئی تو مجھے اپنی جماعت کی نسبت بہت امید بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ جس خدا نے بعض افراد جماعت کو یہ توفیق دی کہ نہ صرف مال بلکہ جان بھی اس راہ میں قربان کر گئے۔ اس سے خدا کا صریح یہ منشاء معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت سے ایسے افراد اس جماعت میں پیدا کرے جو صاحبزادہ مولوی عبداللطیف کی روح رکھتے ہوں اور ان کی روحانیت کا ایک نیا پودہ ہوں''۔

(تذکرۃ الشہادتین۔روحانی خزائن جلد20 صفحہ 75 مطبوعہ لندن)

''براہین احمدیہ کے صفحہ پانچ سو دس اور صفحہ پانچ سو گیارہ میں یہ پیشگوئیاں ہیں۔'' **و ان لم یعصمک الناس یعصمک اللّٰہ من عندہ و ان لم یعصمک الناس. شاتان تذبحان و کل من علیھا فان. ولا تھنوا ولا تحزنوا. الیس اللّٰہ بکاف عبدہ. الم تعلم ان اللّٰہ علی کل شی قدیر. و جئنا بک علی ھؤلاء شھیدا . وفی اللّٰہ اجرک. و یرضٰی عنک ربک. و یتم ا سمک وعسٰی ان تُحبوا شیاء وھو شرلکم. وعسٰی ان تکرھوا شیئا وھو خیرلکم واللّٰہ یعلم و انتم لا تعلمون.**

ترجمہ:۔ اگرچہ لوگ تجھے قتل ہونے سے نہ بچائیں لیکن خدا تجھے بچائے گا۔ خدا تجھے ضرور قتل ہونے سے بچائے گا۔ اگرچہ لوگ نہ بچائیں۔

یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ لوگ تیرے قتل کے لئے سعی اور کوشش کریں گے خواہ اپنے طور سے اور خواہ گورنمنٹ کو دھوکہ دے کر۔ مگر خدا ان کو ان کی تدبیروں میں نامراد رکھے گا.........۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگرچہ میں تجھے قتل سے بچاؤں گا مگر تیری جماعت میں سے دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔ ہر ایک جو زمین پر ہے آخر فنا ہوگا۔ یعنی بے گناہ اور معصوم ہونے کی حالت میں قتل کی جائیں گی۔ یہ خدا تعالیٰ کی کتابوں میں محاورہ ہے کہ بے گناہ اور معصوم کو بکرے یا بکری سے تشبیہ دی جاتی ہے.........یہ پیشگوئی شہید مرحوم مولوی عبداللطیف اور ان کے شاگرد عبدالرحمٰن کے بارہ میں ہے۔ ....بکری کی صفتوں میں سے ایک دودھ دینا ہے اور اس کا گوشت ہے جو کھایا جاتا ہے۔ یہ دونوں بکری کی صفتیں مولوی عبداللطیف صاحب مرحوم کی شہادت سے پوری ہوئیں کیونکہ مولوی صاحب موصوف نے مباحثہ کے وقت انواع و اقسام کے

معارف اور حقائق بیان کر کے مخالفوں کو دودھ دیا۔ گو بدقسمت مخالفوں نے وہ دودھ نہ پیا اور پھینک دیا اور پھر شہید مرحوم نے اپنی جان کی قربانی سے اپنا گوشت دیا اور خون بہایا تا مخالف اس گوشت کو کھاویں اور اس خون کو پیویں یعنی محبت کے رنگ میں۔ اور اس طرح اس پاک قربانی سے فائدہ اٹھاویں اور سوچ لیں کہ جس مذہب اور جس عقیدہ پر وہ قائم ہیں اور جس پر ان کے باپ دادے مر گئے کیا ایسی قربانی کبھی انہوں نے کی؟ کیا ایسا صدق اور اخلاص کبھی کسی نے دکھلایا؟ کیا ممکن ہے کہ جب تک انسان یقین سے بھر کر خدا کو نہ دیکھے وہ ایسی قربانی دے سکے؟ بے شک ایسا خون اور ایسا گوشت ہمیشہ حق کے طالبوں کو اپنی طرف دعوت کرتا رہے گا جب تک کہ وہ دنیا ختم ہو جاوے...........اور چونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ اس راقم اور اس کی جماعت پر اس ناحق کے خون سے بہت صدمہ گزرے گا اس لئے اس وحی کے مابعد آنے والے فقروں میں تسلی اور عزا پرسی کے رنگ میں کلام نازل فرمایا جو ابھی عربی میں لکھ چکا ہوں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اس مصیبت اور اس سخت صدمہ سے تم غمگین اور اداس مت ہو کیونکہ اگر دو آدمی تم میں سے مارے گئے تو خدا تمہارے ساتھ ہے۔ وہ دو کے عوض ایک قوم تمہارے پاس لائے گا اور وہ اپنے بندہ کے لئے کافی ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے اور یہ لوگ جو ان دو مظلوموں کو شہید کریں گے ہم تجھ کو ان پر قیامت میں گواہ لائیں گے اور کہ کس گناہ سے انہوں نے شہید کیا تھا۔ اور خدا تیرا اجر دے گا اور تجھ سے راضی ہوگا اور تیرے نام کو پورا کرے گا یعنی احمد کے نام کو۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ خدا کی بہت تعریف کرنے والا۔ اور وہی شخص خدا کی بہت تعریف کرتا ہے جس پر خدا کے انعام اکرام بہت نازل ہوتے ہیں۔ پس مطلب یہ ہے کہ خدا تجھ پر انعام اکرام کی بارش کرے گا۔ اس لئے تو سب سے زیادہ اس کا ثنا خواں ہوگا۔ تب تیرا نام جو احمد ہے پورا ہو جائے گا۔

پھر بعد اس کے فرمایا کہ ان شہیدوں کے مارے جانے سے غم مت کرو۔ ان کی شہادت میں حکمت الٰہی ہے اور بہت باتیں ہیں جو تم چاہتے ہو کہ وہ وقوع میں آویں حالانکہ ان کا واقع ہونا تمہارے لئے اچھا نہیں ہوتا اور بہت امور ہیں جو تم چاہتے ہو کہ واقع نہ ہوں حالانکہ ان کا واقع ہونا تمہارے لئے اچھا ہوتا ہے اور خدا خوب جانتا ہے کہ تمہارے لئے کیا بہتر ہے مگر تم نہیں جانتے۔

اس تمام وحی الٰہی میں یہ سمجھایا گیا ہے کہ صاحبزادہ مولوی عبداللطیف مرحوم کا اس بے رحمی سے مارا جانا اگرچہ ایسا امر ہے کہ اس کے سننے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ وَمَا رَأَيْنَا ظُلْمًا أَغْيَظَ مِنْ هٰذَا۔ لیکن اس خون میں بہت برکات ہیں کہ بعد میں ظاہر ہوں گے۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 69 تا 74 مطبوعہ لندن)

’’مولوی عبداللطیف صاحب شہید مرحوم کا نمونہ دیکھو کس صبر اور استقلال سے انہوں نے جان دی ہے۔ ایک شخص کو بار بار جان جانے کا خوف دلایا جاتا ہے اور اس سے بچنے کی امید دلائی جاتی ہے کہ اگر تو اپنے اعتقاد سے بظاہر توبہ کر دے تو تیری جان نہ لی جاوے گی مگر انہوں نے موت کو قبول کیا اور حق سے روگردانی پسند نہ کی۔ اب دیکھو اور سوچو کہ اسے کیا کیا تسلی اور اطمینان خدا تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہوگا کہ وہ اس طرح پر دنیا و مافیہا پر دیدہ دانستہ لات مارتا ہے اور موت کو اختیار کرتا ہے۔ اگر وہ ذرا بھی توبہ کرتے تو خدا جانے کیا کچھ اس کی عزت کرنی تھی۔ مگر انہوں نے خدا کے لئے تمام عزتوں کو خاک میں ملایا اور جان دینی قبول کی۔ کیا یہ حیرت کی بات نہیں کہ آخر دم تک اور سنگساری کے آخری لحہ تک ان کو مہلت توبہ کی دی جاتی ہے اور وہ خوب جانتے تھے کہ میرے بیوی بچے ہیں، لاکھ ہا روپے کی جائیداد ہے، دوست یار بھی ہیں۔ ان تمام نظاروں کو پیش چشم رکھ کر اس آخری موت کی گھڑی میں بھی جان کی پروانہ کی۔

آخر ایک سرور اور لذت کی ہوا ان کے دل پر چلتی تھی، جس کے سامنے یہ تمام فراق کے نظارے ہیچ تھے۔ اگر ان کو جبراً قتل کر دیا جاتا اور جان کے بچانے کا موقعہ نہ دیا جاتا تو اور بات تھی.........مگر ان کو بار بار موقع دیا گیا باوجود اس مہلت ملنے کے پھر موت اختیار کرنی بڑے ایمان کو چاہتی ہے‘‘۔

(البدر یکم دسمبر 1903ء ملفوظات جلد 6 صفحہ 196۔ مطبوعہ لندن)

’’وہ ایک اسوۂ حسنہ چھوڑ گئے ہیں..........
عبداللطیف صاحب مقید تھے زنجیریں ان کے ہاتھ پاؤں میں پڑی ہوئی تھیں، مقابلہ کرنے کی ان کو قوت نہ تھی اور بار بار جان بچانے کا موقعہ دیا جاتا تھا۔ یہ اس قسم کی شہادت واقع ہوئی ہے کہ اس کی نظیر تیرہ سو سال میں ملنی محال ہے۔ عام معمولی زندگی کا چھوڑنا محال ہوا کرتا ہے۔ حالانکہ ان کی زندگی ایک تنعم کی زندگی تھی۔ مال، دولت جاہ و ثروت سب کچھ موجود تھا۔ اور اگر وہ امیر کا کہنا مان لیتے تو ان کی عزت اور بڑھ جاتی۔ مگر انہوں نے ان سب پر لات مار کر اور دیدہ دانستہ بال بچوں کو کچل کر موت کو قبول کیا۔ انہوں نے بڑا تعجب انگیز نمونہ دکھلایا ہے۔ اور اس قسم کے ایمان کو حاصل کرنے کی کوشش ہر ایک کو کرنی چاہئے۔ جماعت کو چاہئے کہ اس کتاب (تذکرۃ الشہادتین) کو بار بار پڑھیں اور فکر کریں اور دعا کریں کہ ایسا ہی ایمان حاصل ہو‘‘

(البدر 8 رجنوری 1904ء۔ ملفوظات جلد 6 صفحہ 233۔ مطبوعہ لندن)

’’ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہئے کہ جب تک وہ بزدلی کو نہ چھوڑے گی اور استقلال اور ہمت کے

ساتھ اللہ تعالیٰ کی ہر ایک راہ میں ہر مصیبت و مشکل کے اٹھانے کے لئے تیار نہ رہے گی وہ صالحین میں داخل نہیں ہو سکتی............

صاحبزادہ عبداللطیف کی شہادت کا واقعہ تمہارے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ تذکرۃ الشہادتین کو بار بار پڑھو اور دیکھو کہ اس نے اپنے ایمان کا کیسا نمونہ دکھایا ہے اس نے دنیا اور اس کے تعلقات کی کچھ بھی پروا نہیں کی۔ بیوی یا بچوں کا غم اس کے ایمان پر کوئی اثر نہیں ڈال سکا۔ دنیوی عزت اور منصب اور تنعم نے اس کو بزدل نہیں بنایا۔ اس نے جان دینی گوارا کی مگر ایمان کو ضائع نہیں کیا۔ عبداللطیف کہنے کو مارا گیا یا مر گیا مگر یقیناً سمجھو کہ وہ زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا۔ اگرچہ اس کو بہت عرصہ صحبت میں رہنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ لیکن اس تھوڑی مدت میں جو وہ یہاں رہا اس نے عظیم الشان فائدہ اٹھایا۔ اس کو قسم قسم کے لالچ دیئے گئے کہ اس کا مرتبہ و منصب بدستور قائم رہے گا مگر اس نے عزت افزائی اور دنیوی مفاد کی کچھ بھی پروا نہیں کی۔ ان کو ہیچ سمجھا۔ یہاں تک کہ جان جیسی عزیز شئے کو جو انسان کو ہوتی ہے اس نے مقدم نہیں کیا بلکہ دین کو مقدم کیا جس کا اس نے خدا تعالیٰ کے سامنے وعدہ کیا تھا کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔

میں بار بار کہتا ہوں کہ اس پاک نمونہ پر غور کرو کیونکہ اس کی شہادت یہی نہیں کہ اعلیٰ ایمان کا ایک نمونہ پیش کرتی ہے بلکہ یہ خدا تعالیٰ کا عظیم الشان نشان ہے جو اور بھی ایمان کی مضبوطی کا موجب ہوتا ہے کیونکہ براہین احمدیہ میں 23 برس پہلے سے اس شہادت کے متعلق پیشگوئی موجود تھی۔ وہاں صاف لکھا ہے شَاتَانِ تُذْبَحَانِ وَكُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ۔ کیا اس وقت کوئی منصوبہ ہو سکتا تھا کہ 23 یا 24 سال بعد عبدالرحمٰن اور عبداللطیف افغانستان سے آئیں گے اور پھر وہاں جا کر شہید ہوں گے........ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے جو عظیم الشان پیشگوئی پر مشتمل ہے اور اپنے وقت پر آ کر یہ نشان پورا ہو گیا۔

اس سے پہلے عبدالرحمٰن جو مولوی عبداللطیف شہید کا شاگرد تھا، سابق امیر نے قتل کرا دیا محض اس وجہ سے کہ وہ اس سلسلہ میں داخل ہے اور یہ سلسلہ جہاد کے خلاف ہے اور عبدالرحمٰن جہاد کے خلاف تعلیم افغانستان میں پھیلاتا تھا۔ اور اس امیر نے مولوی عبداللطیف کو شہید کرا دیا۔ یہ عظیم الشان نشان جماعت کے لئے ہے۔''

(الحکم 24 رجنوری 1904ء ملفوظات جلد 6 صفحہ 255 تا 257 مطبوعہ لندن)

''ہمارے دو معزز دوست کابل میں شہید ہو چکے ہیں۔ انہوں نے وہاں کوئی بغاوت نہیں کی، خون نہیں کیا اور کوئی سنگین جرم نہیں کیا۔ صرف یہ کہا کہ جہاد حرام ہے.......... وہ نہایت نیک، راستباز اور خاموش تھے۔ مولوی عبداللطیف صاحب تو بہت ہی کم گو تھے مگر کسی خود غرض نے جا کر امیر کابل کو کہہ دیا اور انہیں ان کے خلاف بھڑکایا کہ یہ شخص جہاد کا مخالف ہے اور آپ کے عقائد کا مخالف ہے۔ اس پر وہ ایسی بے رحمی سے قتل ہوئے کہ سخت سے سخت دل بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور اس امر پر غور کر کے کہ وہ کیا گناہ تھا جس کے بدلے میں وہ قتل کئے گئے بے اختیار ہر شخص کو کہنا پڑے گا کہ یہ سخت ظلم ہے جو آسمان کے نیچے ہوا ہے''۔

(الحکم 24 رجنوری 1907ء ملفوظات جلد 9 صفحہ 133۔ مطبوعہ لندن)

صاحبزادہ عبداللطیف کی شہادت کا واقعہ تمہارے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ اس پاک نمونہ پر غور کرو اس کی شہادت یہی نہیں کہ اعلیٰ ایمان کا ایک نمونہ پیش کرتی ہے بلکہ یہ خدا تعالیٰ کا عظیم الشان نشان بھی ہے

خدا سب کو وہ ایمان سکھا دے اور وہ استقامت بخشے جس کا اس شہید مرحوم نے نمونہ پیش کیا ہے

''صاحبزادہ عبداللطیف کی شہادت کا واقعہ تمہارے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ تذکرۃ الشہادتین کو بار بار پڑھو اور دیکھو کہ اس نے اپنے ایمان کا کیسا نمونہ دکھایا ہے اس نے دنیا اور اس کے تعلقات کی کچھ بھی پروا نہیں کی۔ بیوی یا بچوں کا غم اس کے ایمان پر کوئی اثر نہیں ڈال سکا۔ دنیوی عزت اور منصب اور تنعم نے اس کو بزدل نہیں بنایا۔ اس نے جان دینی گوارا کی مگر ایمان کو ضائع نہیں کیا۔ عبداللطیف کہنے کو مارا گیا یا مر گیا مگر یقیناً سمجھو کہ وہ زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا۔ اگرچہ اس کو بہت عرصہ صحبت میں رہنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ لیکن اس تھوڑی مدت میں جو وہ یہاں رہا اس نے عظیم الشان فائدہ اٹھایا۔ اس کو قسم قسم کے لالچ دیئے گئے کہ اس کا مرتبہ و منصب بدستور قائم رہے گا مگر اس نے اس عزت افزائی اور دنیوی مفاد کی کچھ بھی پروا نہیں کی۔ ان کو ہیچ سمجھا۔ یہاں تک کہ جان جیسی عزیز شئے کو جو انسان کو ہوتی ہے اس نے مقدم نہیں کیا بلکہ دین کو مقدم کیا جس کا اس نے خدا تعالیٰ کے سامنے وعدہ کیا تھا کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔

میں بار بار کہتا ہوں کہ اس پاک نمونہ پر غور کرو کیونکہ اس کی شہادت یہی نہیں کہ اعلیٰ ایمان کا ایک نمونہ پیش کرتی ہے بلکہ یہ خدا تعالیٰ کا عظیم الشان نشان ہے جو اور بھی ایمان کی مضبوطی کا موجب ہوتا ہے کیونکہ براہین احمدیہ میں 23 برس پہلے سے اس شہادت کے متعلق پیشگوئی موجود تھی۔ وہاں صاف لکھا ہے شَاتَانِ تُذْبَحَانِ وَ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ۔ کیا اس وقت کوئی منصوبہ ہو سکتا تھا کہ 23 یا

24 سال بعد عبدالرحمٰن اور عبداللطیف افغانستان سے آئیں گے اور پھر وہاں جا کر شہید ہوں گے.........

یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے جو عظیم الشان پیشگوئی پر مشتمل ہے اور اپنے وقت پر آ کر یہ نشان پورا ہو گیا۔ اس سے پہلے عبدالرحمٰن جو مولوی عبداللطیف شہید کا شاگرد تھا، سابق امیر نے قتل کرا دیا محض اس وجہ سے کہ وہ اس سلسلہ میں داخل ہے اور یہ سلسلہ جہاد کے خلاف ہے اور عبدالرحمٰن جہاد کے خلاف تعلیم افغانستان میں پھیلاتا تھا۔ اور اس امیر نے مولوی عبداللطیف کو شہید کرا دیا۔ یہ عظیم الشان نشان جماعت کے لئے ہے۔''

(الحکم 24 رجنوری 1904ء ملفوظات جلد 6 صفحہ 255 تا 257 مطبوعہ لندن)

''شہید مرحوم نے مر کر میری جماعت کو ایک نمونہ دیا ہے اور درحقیقت میری جماعت ایک بڑے نمونہ کی محتاج تھی۔ اب تک ان میں سے ایسے بھی پائے جاتے ہیں کہ جو شخص ان میں سے ادنیٰ خدمت بجا لاتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ اس نے بڑا کام کیا ہے اور قریب ہے کہ وہ میرے پر احسان رکھے۔ حالانکہ خدا کا اس پر احسان ہے کہ اس خدمت کے لئے اس نے اس کو توفیق دی۔ بعض ایسے ہیں کہ وہ پورے زور اور پورے صدق سے اس طرف نہیں آئے اور جس قوت ایمان اور انتہا درجہ کے صدق و صفا کا وہ دعویٰ کرتے ہیں آخر تک اس پر قائم نہیں رہ سکتے اور دنیا کی محبت کے لئے دین کو کھو دیتے ہیں اور کسی ادنیٰ امتحان کی بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ خدا کے سلسلہ میں بھی داخل ہو کر ان کی دنیا داری کم نہیں ہوتی۔ لیکن خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ایسے بھی ہیں کہ وہ سچے دل سے ایمان لائے اور سچے دل اس طرف کو اختیار کیا اور اس راہ کے لئے ہر ایک دکھ اٹھانے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن جس نمونہ کو اس جوانمرد نے ظاہر کر دیا اب تک وہ قوتیں اس جماعت کی مخفی ہیں۔ خدا سب کو وہ ایمان سکھا دے اور وہ استقامت بخشے جس کا اس شہید مرحوم نے نمونہ پیش کیا ہے۔ یہ دنیوی زندگی جو شیطانی حملوں کے ساتھ ملی ہوئی ہے کامل انسان بننے سے روکتی ہے اور اس سلسلہ میں بہت داخل ہوں گے مگر افسوس کے تھوڑے ہیں کہ یہ نمونہ دکھائیں گے۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 57، 58 مطبوعہ لندن)

''جب میں اس استقامت اور جانفشانی کو دیکھتا ہوں جو صاحبزادہ مولوی محمد عبداللطیف مرحوم سے ظہور میں آئی تو مجھے اپنی جماعت کی نسبت بہت امید بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ جس خدا نے بعض افراد جماعت کو یہ توفیق دی کہ نہ صرف مال بلکہ جان بھی اس راہ میں قربان کر گئے۔ اس سے خدا کا صریح یہ منشاء معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت سے ایسے افراد اس جماعت میں پیدا کرے جو صاحبزادہ مولوی عبداللطیف کی روح رکھتے ہوں اور ان کی روحانیت کا ایک نیا پودہ ہوں''۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 75 مطبوعہ لندن)

''شاہزادہ عبداللطیف کے لئے جو شہادت مقدر تھی وہ ہو چکی اب ظالم کا پاداش باقی ہے.........

افسوس کہ یہ امیر زیر آیت (مَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِناً مُّتَعَمِّدًا) داخل ہو گیا اور ایک ذرہ خدا تعالیٰ کا خوف نہ کیا۔ اور مومن بھی ایسا مومن کہ اگر کابل کی تمام سرزمین میں اس کی نظیر تلاش کی جائے تو تلاش کرنا لاحاصل ہے۔ ایسے لوگ اکسیر احمر کے حکم میں ہیں جو صدق دل سے ایمان اور حق کے لئے جان بھی فدا کرتے ہیں اور زن و فرزند کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے۔

اے عبداللطیف! تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 60 مطبوعہ لندن)

بقیہ صفحہ 8

جتنا کھاتا ہے اتنا وہ گرمی میں تبدیل نہ کر سکے تو لازماً جو بقیہ بچی ہوئی انرجی ہے وہ Fats میں یا گوشت میں تبدیل ہوگی۔ صحت اچھی ہوگی ورزش کی عادت ہوگی تو وہ Muscles میں تبدیل ہوتی ہے اور پھر اور پروٹینز بنتی ہیں اس سے۔ اور اگر صحت خراب ہو اور جگر کی خرابی سے عموماً ایسا ہوتا ہے تو پھر صرف چربی بنتی ہے، مسلز نہیں بنتے اور ایکسرسائز اس کا علاج ہے۔ بعضوں کو اتنی توفیق نہیں ہوتی، بعض بیچارے اتنے بیمار ہوتے ہیں کہ ایکسرسائز یعنی ورزش کے باوجود یہ توازن برقرار نہیں رکھ سکتے۔ یہ ہے وہ صورت حال جس کا علاج روزہ ہے۔ اور روزے میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جو دو کھانوں کے درمیان فاصلہ ڈالا جاتا ہے وہ بعض دفعہ خوابیدہ ایسی طاقتوں کو بیدار کر دیتا ہے جو انرجی بنانے کی کارروائی کو تیز کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگ جن کو عام طور پر بھوک نہیں لگتی روزے میں سے گزریں تو بھوک ان کی ٹھیک ہو جاتی ہے۔ بعض لوگ ڈائٹنگ کرتے ہیں لیکن روزے کے بعد ان کی ڈائٹنگ نہیں ہو سکتی کیونکہ جسم کی طرف سے ایسی بھڑکی لگتی ہے جو مجبور کرتی ہے کہ ضرور انسان کچھ نہ کچھ کھائے ورنہ بے چینی رہتی ہے یعنی بے چینی زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ یہ وہ مضمون ہے جو صحت سے تعلق رکھتا ہے اور اس کی اور بھی بہت سی شاخیں ہیں۔ تمام تفصیل شاخوں کی بحث میں اس خطبے میں نہیں اٹھانا چاہتا مگر یہ یقین کریں کہ جنہوں نے غور کیا، جنہوں نے تحقیق کی وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ روزہ صحت کا ضامن ہے، روزہ صحت کو نقصان نہیں پہنچاتا۔

(الفضل انٹرنیشنل 15 مارچ 1996ء)

رنگ لائے گا اس کا خون ضرور

(حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ کی شہادت پر حضرت منشی محمد نواب خان ثاقبؓ مالیر کوٹلوی کے منظوم کلام سے انتخاب)

کس طرح ہو بیاں ثنائے شہید ہم ہیں سو جان سے فدائے شہید
اہل کابل کے دل پہ نقش ہیں سب سنگساری میں وعظہائے شہید
ایسا بولا کہ خوب گونج اٹھی سارے آفاق میں صدائے شہید
دشمن حق امیر نے نہ سنی آہ حکمت بھری ندائے شہید
ہے یقیں اب خدا کی نصرت سے خوب لہرائے گا لوائے شہید
آئے گی خلق اس کے سایہ میں بال پھیلائے گا ہمائے شہید
مار ڈالا خدا کے بندے کو حی و قیوم ہے خدائے شہید
رنگ لائے گا اس کا خون ضرور خون برسائے گی حنائے شہید
گر گیا چشم حق سے تو کابل جب فلک پر چڑھی دعائے شہید
گرچہ آیا نہیں کوئی جا کر جان لے گا امیر رائے شہید
ہے وہ زندہ خدائے پاک کے پاس فائدہ کیا کہ روئیں ہائے شہید
فائدہ جس سے ہو وہ کام کریں ماتم و غم کو ہم سلام کریں

افغانستان عبرتناک داستانوں کی تاریخی سرزمین

(مکرم سید حسن خان صاحب)

افغانستان کا جغرافیہ

کبھی یہ ملک، پاکستان، ہندوستان اور روس کے مختلف حصوں کو ملا کر ایک ملک افغانستان کہلاتا تھا۔ مگر ایک سو سال پہلے اس ملک کی باقاعدہ حد بندی کا تعین کیا گیا۔ افغانستان کا کل رقبہ 250000 مربع میل ہے۔ یہ ملک مشرق سے مغرب تک 700 میل اور شمال سے جنوب تک 550 میل چوڑا ہے۔ یہ ملک چار بڑے ملکوں کے درمیان گھرا ہوا ہے۔ یعنی شمال میں چین مغرب میں روس، مشرق میں پاکستان اور جنوب میں ایران واقع ہے۔ اگر اس ملک کے نقشہ کو دیکھا جائے تو یہ ایک پتہ کی شکل دکھائی دیتا ہے۔ اس ملک کا زیادہ رقبہ بلند و بالا اور سرسبز پہاڑوں پر مشتمل ہے۔ ان میں ہندوکش کے دیو قامت اور حسین و جمیل پہاڑ واقع ہیں۔ ان حسین پہاڑوں کا سلسلہ چین سے شروع ہو کر پاکستان کی سرحد تک پہنچتا ہے۔

افغانستان میں دریائے کابل سب سے زیادہ مشہور ہے جو کہ افغانستان سے ہوتا ہوا پاکستان میں دریائے سندھ میں جا ملتا ہے امور، دریائے ہیلمنڈ دریائے ہری رڈ ہے جس کی لمبائی تقریباً چھ سو پچاس میل ہے۔ اور دریائے فرہا ہیں۔ افغانستان سمندر سے بہت دور ہے اور اس کی کوئی بندرگاہ نہیں۔

افغانستان کی تاریخ

افغانستان کے بارے میں تاریخ دانوں کا خیال ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام سے دو ہزار سال قبل ایران کے دو قبیلے جن کا لیڈر سائرس (Syrus) تھا۔ اس نے افغانستان پر پانچ سو سال حکومت کی تھی۔ اس کے بعد سکندر اعظم اٹلی سے اٹھا اور یلغار کرتا ہوا افغانستان پہنچا اور 330 ق م میں سارے افغانستان پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد مختلف حکمران آئے جیسے عرب، ترک، ہندوستانی، مغل اور پھر ایک جابر اور جنگجو حملہ آور چنگیز خان نے اس ملک کو فتح کیا اور بری طرح پامال کیا۔ افغان ایک جفاکش اور محنتی قوم ہے۔ اس ملک کی تاریخ لڑائیوں اور دنگا فساد میں اٹی پڑی ہے۔ پچھلی تاریخ کے مطابق اس ملک میں رہنے والے ازبک، ترکمانی اور تاجی (تاجکستانی) اور پختون یہاں پر صدیوں سے آباد ہیں۔ ایک زمانہ میں یورپین، ہندوستانی، ایرانی اور دیگر ممالک کے باشندے ہجرت کر کے یہاں آ بسے تھے۔ اسی طرح عربوں نے ادھر کا رخ کیا تھا اور یہاں پر اسلامی اقتدار قائم کیں۔ پھر مغل بادشاہوں میں سے ظہیر الدین بابر نے یہ ملک فتح کیا اور یہاں پر مغلوں نے دو سو سال حکومت کی۔ مغل بادشاہوں کی حکومت جب کمزور پڑی تو سترھویں صدی عیسوی میں ایرانی اور ہندوستانی اقوام پھر برسرپیکار ہوئیں۔

(افغانستان مسٹر ہینری گلفورڈ۔1980ء)

1747ء میں ایرانی جنرل کی وفات کے بعد احمد شاہ سدوزئی نے حکومت سنبھال لی اور قندھار کا علاقہ زیر نگیں کر لیا۔ قندھار کی فتح کے بعد وہ پورے افغانستان کا حکمران بن بیٹھا اور ''دردران'' کا لقب رکھ لیا۔ ایرانیوں اور ہندوستانیوں کی ہر روز کی لڑائیوں نے ملک کا امن تباہ کر دیا۔ 1838ء سے 1842ء تک انگریزی فوجیں افغانستان سے برسرپیکار رہیں۔ مگر بہادر اور غیور افغان قوم نے بے سروسامانی کے باوجود ان کے پاؤں جمنے نہ دیئے۔ جس کے نتیجہ میں برٹش افواج کو افغانستان سے بھاگنا پڑا۔ ایک وقت جب کہ روس اور برطانیہ اپنی اپنی اجارہ داریاں بڑھانے میں مشغول تھے تو روس نے اپنی طاقت کے بل بوتے پر ترکستان اور بخارا کا علاقہ اپنے قبضہ میں کر لیا۔ چنانچہ روس نے چند شرائط کے ساتھ اپنا ایک ایلچی افغانستان بھیجا ادھر انگلستان نے بھی اپنے ایجنٹ بھیجے مگر انگلستان اپنی چالوں میں ناکام رہا۔

1888ء میں روس اور افغانستان کے بارڈر کا تعین کیا گیا نیز 1907ء میں ایران اور افغانستان کے مابین بارڈر کا تعین ہوا۔ 1929ء میں سردار حبیب اللہ خان'' بچہ سقہ'' نے اس وقت کے حکمران امیر امان اللہ کو اقتدار سے ہٹا کر اس ملک کی باگ ڈور خود سنبھال لی۔ اس کے بعد امیر امان اللہ کے کزن صدر محمد نادر خان نے بچہ سقہ کو قتل کر کے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ 1933ء میں اس کا بیٹا محمد ظاہر شاہ بادشاہ بنا جب کہ اس کی عمر صرف انیس سال تھی۔ اس حکومت کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اس نے برسر اقتدار آ کر عوام کی خواہشات کو زیادہ سے زیادہ مدنظر رکھا اور حکومت میں شامل کیا۔ بلکہ اس نے باپ اور چچا کی پالیسیوں کے

برعکس راستہ اختیار کیا۔ 1973ء میں جب کہ ظاہر شاہ اپنے نجی دورہ اٹلی پر تھا تو ایک فوجی، لیفٹیننٹ جنرل محمد داؤد نے اس کی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ اور خود حکمران بن گیا۔ جس کو کمیونسٹوں کی مدد حاصل تھی۔ اس نے آتے ہی روسیوں کی منشاء کے خلاف ملک کو ڈیموکریٹک ریپبلک بنانے کا اعلان کر دیا۔ مگر جلد ہی اس کے متعلق عوام میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں کہ وہ خود کمیونسٹ ہے اور ملک سے اسلام کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ جس سے اسلامی جماعتوں کو اس حکومت کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے کا موقع ہاتھ آ گیا۔ پھر گیارہ ماہ کی حکومت کے بعد اس کا بھی وہی حشر ہوا جو باقیوں کا ہوا۔ 1979ء میں حفیظ اللہ نے روس کی پشت پناہی میں اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ ترا کی کے محل میں داخل ہو کر ایک نئی حکومت کا اعلان کر دیا۔ حفیظ اللہ امین نے آتے ہی روسیوں کو دوٹوک جواب دیا کہ وہ افغانستان میں کمیونزم نہیں چلنے دے گا۔ جس سے روس کی حکومت سخت ناراض ہوگئی۔ بالآخر روس نے پانچ ہزار کی فوج سے بڑھا کر 95000 تک کر دیا چونکہ افغانستان ایک مفلوک الحال ملک ہے اس لئے روس جیسے بڑے ملک سے شانہ بشانہ ٹکر لینا مشکل تھا اس لئے روس سے گوریلا جنگ شروع کر دی گئی اور افغان پہاڑوں پر مورچہ بند ہو گئے۔ افغان گوریلوں نے روس کی رسد کو روکنے کے لئے خفیہ حملے شروع کر دیئے۔ 1980ء میں یو این او نے ایک ریزولیوشن پاس کیا کہ روس کا حملہ ناجائز ہے اور روسی فوج کو افغانستان سے فوری نکلنے کا حکم جاری کر دیا۔ ادھر امریکہ نے روس کو کمزور کرنے کے لئے خفیہ طور پر افغان گوریلوں کو پاکستانی حکومت کے ذریعہ جہاں اس وقت فوجی ڈکٹیٹر جنرل ضیاء الحق کی حکومت تھی، دھڑا دھڑ اسلحہ بھیجنا شروع کر دیا۔ اس سے پہلے روس کی افواج افغانستان کے بڑے بڑے شہروں پر قابض ہو چکی تھیں۔ پھر بھی افغان گوریلوں نے چار سال تک کی مسلسل جنگ کے بعد روس کو اس ملک سے ذلت اور رسوائی سے مار بھگایا۔ افغانستان میں طالبان حکومت برسر اقتدار رہے اور پھر 11 ستمبر 2001ء کے واقعہ کے بعد طالبان حکومت ختم ہو کر حامد کرزئی کی حکومت بنی۔

افغانستان کی آب و ہوا

یہاں کی آب و ہوا گرمیوں میں سخت گرم اور سردیوں میں سخت سرد ہے۔ مگر گرمیوں میں جتنی بھی گرمی پڑے راتیں ہمیشہ سرد ہی ہوتی ہیں۔ پہاڑوں پر دس مہینے برف پڑتی ہے۔ افغانستان کے جنوب مغرب اور شمال میں بڑے صحراء بھی واقع ہیں جہاں سے گرمیوں میں ان علاقوں میں شدید آندھیاں اٹھتی ہیں۔ جن کی رفتار ایک سو میل فی گھنٹہ سے بھی تجاوز کر جاتی ہے۔ جو گرد وپیش میں سخت تباہی لاتی ہیں اور خانہ بدوشوں کے خیموں کو اکھاڑ پھینکتی ہیں۔ پہاڑوں کے دامن میں جو وادیاں ہیں ان میں موسم کافی معتدل ہوتا ہے۔ ان جگہوں پر نومبر سے اپریل تک برف باری ہوتی ہے۔ گرمیوں میں عموماً بادل چھائے رہتے ہیں۔ نشیبی علاقوں میں لوگ کھیتی باڑی کرتے ہیں۔

کھیتی باڑی جنگلات اور جانور

یہاں کی مشہور فصلیں گندم، جو، چاول، مکئی اور جوار ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سی سبزیاں بھی اگائی جاتی ہیں۔ اس ملک میں اعلیٰ قسم کی افیون کاشت کی جاتی ہے۔ جو کہ زیادہ تر ادویات کے استعمال میں لائی جاتی ہے۔ یہاں جنگلات بھی کافی پائے جاتے ہیں جن سے کار آمد لکڑی مہیا کی جاتی ہے۔ مگر بیرونی تعلقات کی کمی کی وجہ سے یہاں لکڑی باہر کے ممالک نہیں بھیجی جاتی۔

افغانستان میں جنگلی بکرا، ریچھ، لومڑی، گیدڑ، غزال ہیں ایک زمانہ میں ببر شیر بھی پایا جاتا تھا مگر وہ شکاریوں کی نظر ہو چکا ہے۔ نیز گھوڑا، گدھا اور اونٹ بھی ہیں جو کہ بار برداری کے کام آتے ہیں۔ پالتو جانوروں میں بھیڑ، بکری اور گائے بھینس پائی جاتی ہے۔ اس ملک میں ایک مشہور کتا بھی پایا جاتا ہے۔ جسے افغانی لوگ ''کوچی'' کہتے ہیں جو کہ حجم میں گدھے کے برابر ہوتا ہے۔ نیز اس ملک میں قراقلی بھیڑ بھی پائی جاتی ہے۔ جو ریشم جیسی ملائم ہوتی ہے۔ اس کی تیار کردہ ٹوپیاں ساری دنیا میں مشہور ہیں۔

افغانستان کے مشہور شہر

ہرات، غزنی، قندھار اور کابل اس ملک کے مشہور شہر ہیں جن کا مختصراً یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

(1) ہرات یہ بہت ہی قدیم اور مشہور شہر ہے۔ اس کی عمر کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ سکندر اعظم کے افغانستان پر قابض ہونے سے پہلے سے آباد تھا۔ یہ شہر ایران اور ہندوستان کی اہم رسد گاہ تھی۔ یہاں پر ایک سڑک ہے جو کہ افغانستان کو ایران سے ملاتی ہے۔ یہ سڑک افغانستان پر حملہ آوروں کے لئے ایک اہم گزرگاہ تھی۔ ہرات ایک زمانہ میں تعلیمی لحاظ سے بہت مشہور شہر تھا۔ یہاں پر مساجد اور مدرسے قائم ہیں۔ ایک مسجد یا قلعہ ہے جس کے باہر مینار ہیں جو کہ 1400ء میں بنائی گئی۔ غالب یہ خیال ہے کہ یہ مشہور شاعر ''شاہ رخ'' کے نام پر تعمیر کیا گیا تھا۔ یہاں اس کا مزار بھی ہے جس کو گزرگاہ کہتے ہیں۔ ایک مشہور بزرگ ولی، عابد وزاہد شہاب الدین حامد الجامی کی آرام گاہ بھی ہے۔ آپ شیخ احمد معروف زادہ کے پوتے تھے۔ آپ کے بارے میں ایک مشہور سیاح 'ابن بطوطہ' کے سفر نامہ میں ذکر ہے کہ یہاں حضرت عزرا نبیؑ کے بھی بے شمار ماننے والے آباد ہیں یہ شہر اپنی خوبصورتی میں لاجواب ہے جہاں پر جگہ جگہ پھول

اور سبزہ ہے۔ یہاں کے باشندے صلاح وعفاف اور دیانت سے متصف ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے مذہب کے پیروکار ہیں، فساد سے بالکل پاک ہیں۔"

(سفر نامہ ابن بطوطہ)

(2) غزنی: یہ شہر ہزاروں سال پرانا ہے۔ ایک زمانہ میں یہ شہر ترکوں کا دارالحکومت تھا۔ اس زمانہ میں ترکوں نے بہت سی فتوحات کیں ان کا اثر ایران سے ہندوستان تک پھیلا ہوا تھا۔ اس کے بعد چنگیز خان نے ان کی حکومت کو 1221ء میں ختم کیا۔ یہ شہر بھی ہرات کی طرح بے شمار شعراء اور فلاسفروں کی آماجگاہ تھی۔ عین ممکن ہے کہ اس شہر میں ابھی بھی ان شعراء کی نسلیں آباد ہوں۔

(3) قندھار: تقریباً دو ہزار تین سو سال پہلے سکندر اعظم کے زمانہ میں اس شہر کا نام بھی اس کے نام پر اسکندر اعظم یا اسکندر آباد تھا۔ اسکندر اعظم کی وفات پر ایک سو سال گزرنے کے بعد اس شہر کا نام قندھار رکھا گیا۔ 1500ء میں مغل شہنشاہ ظہیر الدین بابر نے اس کو فتح کیا۔ اس سے قبل یہ بدھوں کی آماجگاہ بھی رہا ہے۔ یہاں حضرت محمد ﷺ کا ایک "چوغہ" بھی رکھا گیا ہے۔ جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس تبرک کو احمد شاہ سدزوئی عرب سے 1747ء میں لائے۔

(افغانستان ہنری گلفورڈ)

(4) کابل: یہ شہر چار ہزار سال پرانا ہے۔ دو پہاڑوں کے درمیان واقع کابل شہر 1776ء سے افغانستان کا دارالخلافہ ہے۔ دریائے کابل شہر کے بیچ سے گزرتا ہے۔ اس کا مشہور قلعہ جس کا نام "بالا حصار" ہے۔ پانچویں صدی عیسوی میں تعمیر کیا گیا۔ یہ بھی تاریخ کے مطابق کئی دفعہ بنا اور اجڑا۔ ہزاروں سال پہلے یورپین قافلے جب ہندوستان اور چین کے دورے پر جاتے تو کابل میں ان کا ضرور پڑاؤ ہوتا۔ یہاں پر لوگ زیادہ تر کاروباری ہیں جو کہ میووں اور مصالحوں کے کاروبار کرتے ہیں..........

کابل کی تاریخ کے بارے میں ابن بطوطہ اپنے سفر نامہ میں لکھتا ہے کہ یہاں کے سب سے بڑے پہاڑ کا نام "کوہ سلیمان" ہے نیز لکھتا ہے کہ کہتے ہیں کہ نبی اللہ سلیمان علیہ السلام نے اس پہاڑ پر چڑھ کر سرزمین ہند کی طرف دیکھا تھا۔ اس وقت یہ تاریک پہاڑ تھا۔ اس لئے آپ وہاں سے پلٹ آئے اور اس پہاڑ میں داخل نہ ہوئے، اس لئے اس پہاڑ کا نام "کوہ سلیمان" رکھ دیا گیا۔

(سفر نامہ ابن بطوطہ)

افغانستان میں مذہب

افغانستان میں تقریباً 80 فیصد آبادی سنی مسلم اور 18 فیصد شیعہ مسلم ہیں۔ اس کے علاوہ اس ملک میں ہندو، سکھ، زرتشت اور لامذہب بھی پائے جاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب "مسیح ہندوستان میں" تحریر فرمائی اور پٹھانوں کو اسرائیلی النسل قرار دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بادشاہ بخت نصر کے زمانہ میں بارہ یہودی قبیلے شام سے ہجرت کر کے یہاں پہنچے۔ جن کو تعلیم دینے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہاں تشریف لائے، یہ لوگ ان کی تعلیم پر ایمان لائے۔ پھر اسلام کے ظہور کے بعد مبلغین اسلام کی تبلیغ سے اسلام کے نور سے منور ہوئے۔ یہاں زرتشت مذہب والوں کا عقیدہ ہے کہ ایک سچے مسیح کا ظہور ہونے والا ہے۔

افغانوں کے عادت واطوار

افغان قوم جفاکش ہونے کے ساتھ بہت مہمان نواز بھی ہے۔ ان کے گھر اگر کوئی دشمن بھی مہمان بن کر آ جائے تو اس کی اسی طرح مہمان نوازی کرتے ہیں جیسے عام صورتوں میں کی جاتی ہے۔ مہمان اگر کسی وجہ سے دوسرے کے پاس چلا جائے تو یہ لوگ مرنے مارنے تک پہنچ جاتے ہیں۔ ان میں "جرگہ" یا پنچائیت کا رواج ہے۔ مظلوم کا حق دلانے کے لئے جرگہ کے ذریعہ اس کا فوری فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور ہر ضرورت مند کی ضرورت کا پورا کرنا اس جرگہ کا اولین فرض سمجھا جاتا ہے۔ اس قوم کی عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو اس کی اور اس کے بچوں کی کفالت کی خاطر اس عورت کی شادی اس کے فوت شدہ خاوند کے بھائی سے کر دی جاتی ہے یا فوت شدہ خاوند کے بھائی کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنی بھابھی سے شادی کر کے اس کی اور اس کے بچوں کی کفالت کا بیڑہ اٹھائے۔ اس قوم میں "خان" کا لفظ ایک لیڈر کے طور پر بولا جاتا ہے۔ خان اگر اپنے ضروری فرائض میں کوتاہی برتتے یا ناانصافی کا مرتکب ہو تو اس کو اس لقب یا عہدے سے فارغ کر دیا جاتا ہے۔

دامن آواز بھر جائے گا تازہ خون سے
آستیں خوش رنگ چہرہ خوش نما ہو جائے گا
عشق تولا جائے گا جب موت کے میزان میں
حُسنِ بے پروا بھی مصروف دعا ہو جائے گا
(چوہدری محمد علی)

حاصل مطالعہ

حضرت مسیح موعودؑ کا دائمی پیغام شہادت کابل پر

مکرم دوست محمد صاحب شاہد۔ مورخ احمدیت)

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے شیخ عجم رئیس اعظم خوست حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کابل (14ر جولائی 1903ء) کے جانگداز اور لرزہ خیز سانحہ شہادت کی تفصیلات پر اپنی مشہور عالم کتاب ''تذکرۃ الشہادتین'' میں پہلے شرح وبسط سے روشنی ڈالی بعد ازاں (صفحہ 61-67 میں) دنیا بھر کے احمدیوں کے نام قیمتی نصائح کی شکل میں حسب ذیل پرقوت و پرشوکت پیغام دیا جو ایک صدی کے بعد آج بھی بلاشبہ تازہ اور دائمی شان کا حامل ہے جسے ہمیں اپنے سینوں میں اک شہر کی صورت میں قیامت تک بسائے رکھنا چاہئے۔

حضرت اقدسؑ نے مخلصین جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:-

''اے میری جماعت خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو۔ وہ قادر کریم آپ لوگوں کو سفر آخرت کے لئے ایسا تیار کرے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب تیار کئے گئے تھے۔ خوب یاد رکھو کہ دنیا کچھ چیز نہیں ہے۔ لعنتی ہے وہ زندگی جو محض دنیا کے لئے ہے اور بدقسمت ہے وہ جس کا تمام ہم و غم دنیا کے لئے ہے۔ ایسا انسان اگر میری جماعت میں ہے تو وہ عبث طور پر میری جماعت میں اپنے تئیں داخل کرتا ہے۔ کیونکہ وہ ایک خشک ٹہنی کی طرح ہے جو پھل نہیں لائے گی۔

اے سعادتمند لوگو تم زور کے ساتھ اس تعلیم میں داخل ہو جو تمہاری نجات کے لئے مجھے دی گئی ہے۔ تم خدا کو واحد لاشریک سمجھو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو۔ نہ آسمان میں سے نہ زمین میں سے۔ خدا اسباب کے استعمال سے تمہیں منع کرتا لیکن جو شخص خدا کو چھوڑ کر اسباب پر ہی بھروسہ کرتا ہے وہ مشرک ہے۔ قدیم سے خدا کہتا چلا آیا ہے کہ پاک دل بننے کے سوا نجات نہیں۔ سو تم پاک دل بن جاؤ اور نفسانی کینوں اور غصوں سے الگ ہو جاؤ۔ انسان کے نفس امارہ میں کئی قسم کی پلیدیاں ہوتی ہیں مگر سب سے زیادہ تکبر کی پلیدی ہے۔ اگر تکبر نہ ہوتا تو کوئی شخص کافر نہ رہتا۔ سو تم دل کے مسکین بن جاؤ۔ عام طور پر بنی نوع کی ہمدردی کرو۔ جبکہ تم انہیں بہشت دلانے کے لئے وعظ کرتے ہو سو یہ وعظ تمہارا کب صحیح ہو سکتا ہے اگر تم اس چند روز دنیا میں ان کی بدخواہی کرو۔ خدا تعالیٰ کے فرائض کو دلی خوف سے بجا لاؤ کہ تم ان سے پوچھے جاؤ گے۔ نمازوں میں بہت دعا کرو کہ تا خدا تمہیں اپنی طرف کھینچے اور تمہارے دل کو صاف کرے کیونکہ انسان کمزور ہے۔ ہر ایک بدی جو دور ہوتی ہے وہ خدا تعالیٰ کی قوت سے دور ہوتی ہے اور جب تک انسان خدا سے قوت نہ پاوے کسی بدی کے دور کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا۔ اسلام صرف یہ نہیں ہے کہ رسم کے طور پر اپنے تئیں کلمہ گو کہلاؤ بلکہ اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ تمہاری روحیں خدا تعالیٰ کے آستانہ پر گر جائیں۔ اور خدا اور اس کے احکام ہر ایک پہلو کے رو سے تمہاری دنیا پر تمہیں مقدم ہو جائیں۔

اے میری عزیز جماعت یقیناً سمجھو کہ زمانہ اپنے آخر کو پہنچ گیا ہے اور ایک صریح انقلاب نمودار ہو گیا ہے۔ سو اپنی جانوں کو دھوکہ مت دو اور بہت جلد راستبازی میں کامل ہو جاؤ۔ قرآن کریم کو اپنا پیشوا پکڑو اور ہر ایک بات میں اوس سے روشنی حاصل کرو اور حدیثوں کو بھی ردی کی طرح مت پھینکو کہ وہ بڑی کام کی ہیں اور بڑی محنت سے ان کا ذخیرہ تیار ہوا ہے۔ لیکن جب قرآن کے قصوں سے حدیث کا کوئی قصہ مخالف ہو تو ایسی حدیث کو چھوڑ دو تا گمراہی میں نہ پڑو۔ قرآن شریف کو بڑی حفاظت سے خدا تعالیٰ نے تمہارے تک پہنچایا ہے۔ سو تم اس پاک کلام کی قدر کرو۔ اس پر کسی چیز کو مقدم نہ سمجھو کہ تمام راست روی اور راستبازی اسی پر موقوف ہے۔ کسی شخص کی باتیں لوگوں کے دلوں میں اسی حد تک مؤثر ہوتی ہیں۔ جس حد تک اس شخص کی معرفت اور تقویٰ پر لوگوں کو یقین ہوتا ہے۔

اب دیکھو خدا نے اپنی حجت کو تم پر اس طرح پر پورا کر دیا ہے کہ میرے دعویٰ پر ہزارہا دلائل قائم کر کے تمہیں یہ موقعہ دیا ہے کہ تا تم غور کرو کہ وہ شخص جو تمہیں اس سلسلہ کی طرف بلاتا ہے وہ کس درجہ کی معرفت کا آدمی ہے اور کس قدر دلائل پیش کرتا ہے۔ اور تم کوئی عیب افتراء جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افتراء کا عادی ہے یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہو گا۔ کون تم میں ہے جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ پس یہ خدا کا فضل ہے کہ جو اس نے ابتداء سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے

والوں کے لئے یہ ایک دلیل ہے۔

پھر ماسوا اس کے میرے خدا نے عین صدی کے سر پر مجھے مامور فرمایا اور جس قدر دلائل میرے سچا ماننے کے لئے ضروری تھے وہ سب دلائل تمہارے لئے مہیا کر دئے اور آسمان سے لے کر زمین تک میرے لئے نشان ظاہر کئے اور تمام نبیوں نے ابتداء سے آج تک میرے لئے خبریں دی ہیں۔ پس اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا تو اس قدر دلائل اس میں کبھی جمع نہ ہو سکتے۔ علاوہ اس کے خدا تعالیٰ کی تمام کتابیں اس بات پر گواہ ہیں کہ مفتری کو خدا تعالیٰ جلد پکڑتا ہے اور نہایت ذلت سے ہلاک کرتا ہے۔ مگر تم دیکھتے ہو کہ میرا دعویٰ منجانب اللہ ہونے کا تیئس برس سے بھی زیادہ کا ہے۔ جیسا کہ براہین احمدیہ کے پہلے حصہ پر نظر ڈال کر تم سمجھ سکتے ہو۔ پس ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے کہ کیا کبھی خدا کی یہ عادت ہوئی اور جب سے انسان کو اوس نے پیدا کیا ہے کیا کبھی اوس نے ایسا کام کیا کہ جو شخص ایسا بدطینت اور چالاک اور گستاخ اور مفتری ہے کہ تیئس برس تک ہر روز نئے دن اور نئی رات میں خدا تعالیٰ پر افتراء کر کے ایک نئی وحی اور نیا الہام اپنے دل سے تراشتا ہے اور پھر لوگوں کو یہ کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ وحی نازل ہوئی ہے اور خدا تعالیٰ بجائے اس کے کہ ایسے شخص کو ہلاک کرے اپنے زبردست نشانوں سے اس کی تائید کرے، اس کے دعویٰ کے ثبوت کے لئے آسمان پر چاند اور سورج کو پیشگوئی کے موافق گرہن میں ڈالے اور اس طرح پر وہ پیشگوئی جو پہلی کتابوں اور قرآن شریف اور حدیثوں میں اور خود اس کی کتاب براہین احمدیہ میں تھی پوری کر کے دنیا میں دکھا دے۔ اور سچوں کی طرح عین صدی کے سر پر اوس کو مبعوث کرے اور عین صلیبی غلبہ کے وقت میں جس کے لئے کاسر صلیب مسیح موعود آنا چاہئے تھا اوس کو اس دعویٰ کے ساتھ کھڑا کر دے اور ہر ایک قدم میں اس کی تائید کرے اور دس لاکھ سے زیادہ اس کی تائید میں نشان دکھاوے اور اس کو دنیا میں عزت دے اور زمین پر اس کی قبولت پھیلا دے اور صدہا پیشگوئیاں اس کے حق میں پوری کرے اور نبیوں کے مقرر کردہ دنوں میں جو مسیح موعود کے ظہور کے لئے مقرر ہیں اس کو پیدا کر یا ااور اس کی دعائیں قبول فرماوے اور اس کے بیان میں تاثیر ڈال دے اور ایسا ہی ہر ایک پہلو سے اس کی تائید کرے حالانکہ جانتا ہے کہ جھوٹا ہے اور ناحق عمداً اس پر افتراء کر رہا ہے۔ کیا بتا سکتے ہو کہ یہ کرم و فضل کا معاملہ پہلے مجھ سے خدا تعالیٰ نے کسی مفتری سے کیا۔‘‘

ازاں بعد حضرت اقدسؑ نے نہایت پر شوکت انداز میں پیشگوئی فرمائی۔

’’اے تمام لوگ سن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجت اور برہان کی رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہو گا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کی فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آ جائے گی۔ اگر اب مجھ سے ٹھٹھا کرتے ہیں تو اس ٹھٹھے سے کیا نقصان کیونکہ کوئی نبی نہیں جس سے ٹھٹھا نہیں کیا گیا۔ پس ضرور تھا کہ مسیح موعود سے بھی ٹھٹھا کیا جاتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔(**یاحسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزون**)۔

پس خدا کی طرف سے یہ نشانی ہے کہ ہر ایک نبی سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے۔ مگر ایسا آدمی جو تمام لوگوں کے روبرو آسمان سے اترے اور فرشتے بھی اس کے ساتھ ہوں اس سے کون ٹھٹھا کرے گا۔ پس اس دلیل سے بھی عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ مسیح موعود کا آسمان سے اترنا محض جھوٹا خیال ہے۔ یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰؑ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰؑ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی۔ اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا اور اور دنیا دوسرے رنگ میں آ گئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰؑ اب تک آسمان سے نہ اترا۔ جب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے۔ اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہو گی کہ عیسیٰؑ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہو گا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔‘‘

حضرت مسیح موعودؑ نے بہانگ دہل منادی فرمائی۔

منم مسیح بہانگ بلند مے گویم
منم خلیفۂ شاہے کہ بر سما باشد
لوائے ما پنہ ء ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

☆☆☆☆☆